عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۹ | ۲۹ ذوالقعدۃ تا ۴ ذوالحجۃ ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۳ فروری تا یکم مارچ ۲۰۰۱ء | شمارہ نمبر ۴۰

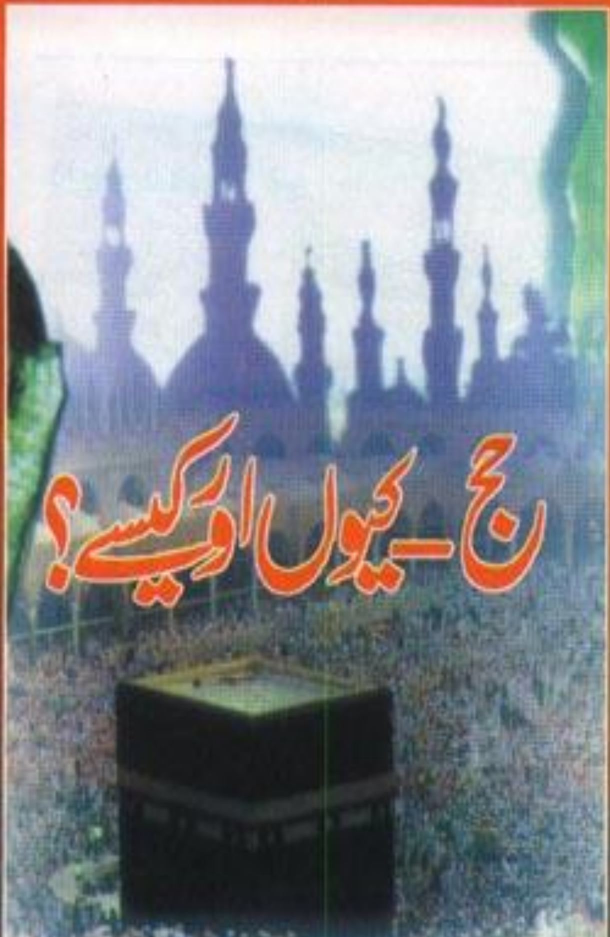

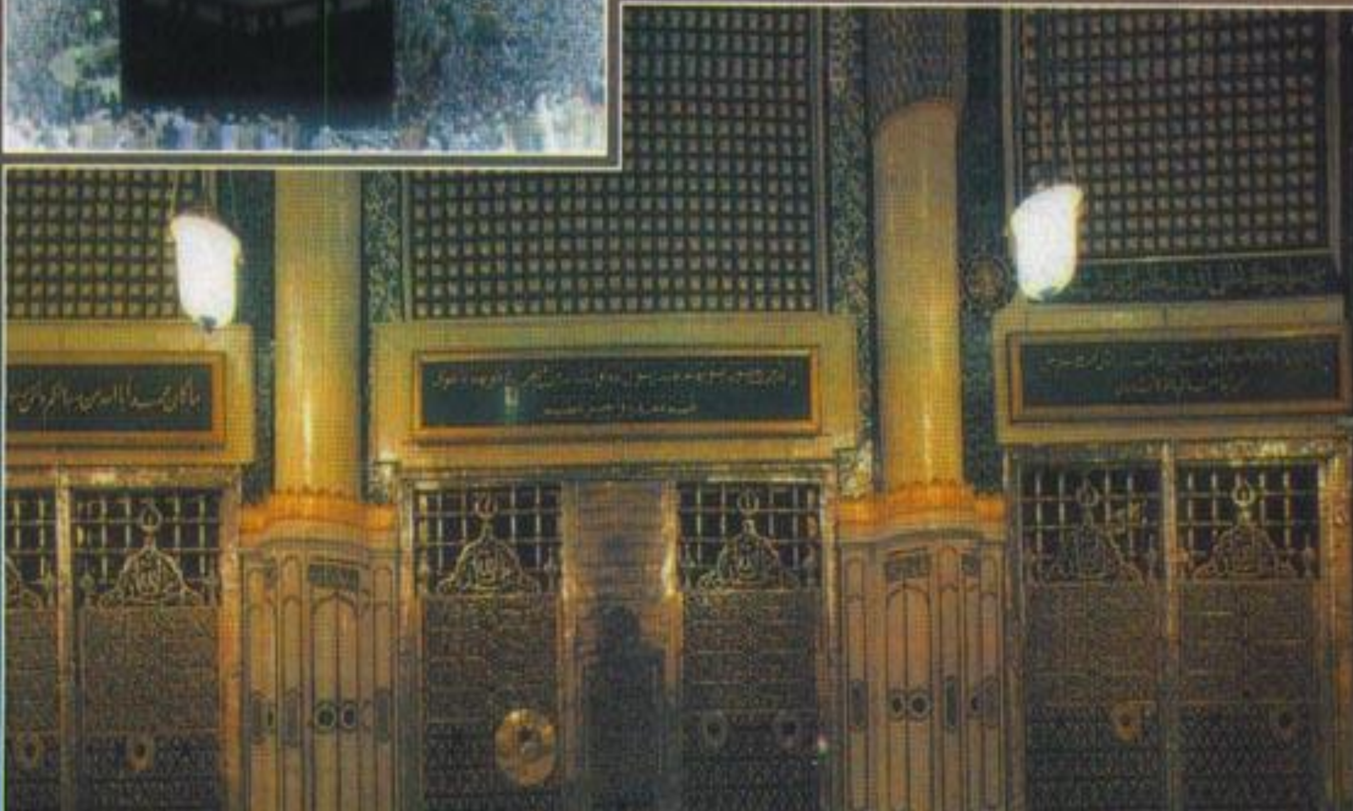

پاکستان میں تحریک ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

وحدت امت کے خلاف قادیانیت کا ارتدادی کردار

Email:webmaster@khatme-nubuwwat.org

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

بلااجازت حج کے لئے عزت و ملازمت کا خطرہ:

س:...... میرے والدین اس سال حج پر آرہے ہیں انشاء اللہ، سعودی گورنمنٹ نے قانون بنایا ہے کہ اگر یہاں کام کرنے والے ایک دفعہ حج کریں تو پھر دوسرا پانچ سال کے بعد کریں۔ میں نے چار سال پہلے حج کیا ہے لہذا ایک سال باقی ہے۔ اب میرے والدین بوڑھے ہیں، کیا میں حج پر جاؤں تو گناہ نہیں ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ میں بغیر اطلاع کے چلا جاؤں جبکہ میں جہاں کام کرتا ہوں وہ بھی مجھے اجازت نہ دیں گے، اس معاملہ میں سعودی قانون کی خلاف ورزی ہوگی مگر دوسری طرف میرے والدین کی مجبوری ہے۔

ج:...... آپ کا والدین کے ساتھ حج کرنا بلاشبہ صحیح ہے مگر قانون کی خلاف ورزی کرنے میں عزت اور ملازمت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ یہ آپ خود دیکھ لیں۔ اس کے بارے میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ البتہ شرعاً اس طرح حج ادا ہو جائے گا اور ثواب بھی ملے گا۔

حج کے لئے چھٹی کا حصول:

س:...... میں حکومت قطر میں ملازمت کر رہا ہوں حج سے متعلق مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ قطر حکومت دوران ملازمت ہر ملازم کو حج کے لئے ایک ماہ کی چھٹی مع تنخواہ دیتی ہے اور پہلا ہی حج فرض ہوتا ہے۔ میں صاحب حیثیت ہوں اور حج پر جانا چاہتا ہوں۔ کیا میں حکومت قطر کی حج چھٹیوں میں یا اپنی سالانہ چھٹیاں لے کر حج پر جاؤں؟ کیا ان دونوں چھٹیوں میں فرق سے ثواب میں فرق پڑے گا؟ میرے دوست نے حکومت قطر کی چھٹیوں پر حج کیا ہے اگر ثواب میں فرق ہو تو دوبارہ حج کرنے کے لئے تیار ہوں؟

ج:...... اگر قانون کی رو سے چھٹی مل سکتی ہے اور اس کے لئے کسی غلط بیانی سے کام نہیں لینا پڑتا ہے تو حج کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

حکومت کی اجازت کے بغیر حج کو جانا:

س:...... حکومت کی پابندی کے باوجود جو لوگ چوری یعنی غلط راستوں سے حج کرنے جاتے ہیں اور حج بھی نفلی کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟

ج:...... حکومت کے قانون کی خلاف ورزی میں ایک تو عزت کا خطرہ ہے کہ اگر پکڑے گئے تو بے عزتی ہوگی۔ دوسرے بعض اوقات احکام شرعیہ کی خلاف ورزی بھی لازم آتی ہے۔ مثلاً بعض اوقات میقات سے بغیر احرام کے جانا پڑتا ہے جس سے دم لازم آتا ہے۔ اگر قانونی گرفت اور احکام شرعیہ کی مخالفت کا خطرہ نہ ہو تب تو مضائقہ نہیں ورنہ نفلی حج کے لئے وبال سر لینا ٹھیک نہیں۔

رشوت کے ذریعہ سعودی عرب میں ملازم کا والدین کو حج کرانا:

س:...... ایک شخص ملک سے باہر کمانے کے لئے کوشش کرتا ہے اور کسی (ریکروٹنگ ایجنسی) یا ادارے کو بطور رشوت ۱۰ یا ۱۲ ہزار روپے دے کر سعودی ریال کمانے جاتا ہے، وہ ایک سال یا دو سال کے بعد اسپانسر شپ اسکیم کے تحت اپنے والد یا والدہ کو حج کراتا ہے، اس سلسلے میں یہ بتائیں کہ کیا اس طرح کا حج اسلام کے عین مطابق ہے؟ کیونکہ وہ شخص محنت کر کے تو کماتا ہے مگر جس طریقے سے وہ باہر گیا ہے یعنی رشوت دے کر تو اس کے والدین کا حج قبول ہوگا یا نہیں؟

ج:...... رشوت دے کر ملازمت حاصل کرنا ناجائز ہے، مگر ملازمت ہو جانے کے بعد اپنی محنت سے اس نے جو روپیہ کمایا وہ حلال ہے، اور اس سے حج کرنا یا اپنے والدین اور دیگر اعزہ کو حج کرانا جائز ہے۔

خود کو کسی دوسرے کی بیوی ظاہر کر کے حج کرنا:

س:...... میرا مسئلہ دراصل کچھ یوں ہے کہ میرا نام محمد اکرم ہے میرا ایک دوست جس کا نام محمد اشرف ہے۔ اب میرے دوست یعنی محمد اشرف کا کچھ تھوڑا سا جھگڑا اپنے کفیل کے ساتھ تھا۔ لہذا اس نے اپنی بیوی کو یہاں حج پر بلانا تھا، سو اس نے میرے نام پر اپنی بیوی کو حج پر بلایا یعنی اس نے نکاح نامہ پر بھی میرا نام لکھوایا اور کاغذی کارروائی میں وہ میری ہی بیوی بن کر یہاں آئی۔ اب میں ہی اسے لینے ایئرپورٹ پر گیا۔ ایئرپورٹ سیکورٹی والوں نے میرا اقامہ دیکھ کر میری بیوی جان کر اس کو باہر آنے دیا (ایئرپورٹ سے) اب عورت اپنے اصل خاوند کے پاس ہی ہے۔ اور اس نے حج بھی کیا ہے اب آپ یہ بتائیں کہ یہ حج صحیح ہے یا نہیں؟ اور کیا اگر یہ غلط ہے اور گناہ ہے تو میں کس حد تک مجرم ہوں؟

ج:...... فریضہ حج تو اس محترمہ کا ادا ہو گیا، مگر جعل سازی کے گناہ میں تینوں شریک ہیں، وہ دونوں میاں بیوی بھی اور آپ بھی۔

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

ہفت روزہ ختم نبوۃ

۲۹ ذیقعدہ تا ۲ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۳ فروری تا یکم مارچ ۲۰۰۱ء

جلد: ۱۹ شمارہ ۴۰

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا مفتی محمد جمیل خان
مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ
سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

بیاد گار

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت:

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر
مفتی نظام الدین شامزی، مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا سعید احمد جلالپوری، علامہ احمد میاں حمادی
مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

☆.........☆.........☆

سرکولیشن منیجر: محمد انور، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، کمپیوٹر کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

(اداریہ) 4
حج کیوں اور کیسے؟ .... (حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان) 6
دیتے ہیں فرشتے بھی جہاں آ کے سلامی .... (جناب حافظ لدھیانوی) 12
وحدت امت کے خلاف قادیانیت کا مرتدانہ کردار .... (ابو حنیف عتیق الرحمن) 16
پاکستان میں تحریک ناموس رسالت ﷺ .... (جناب محمد اسمٰعیل قریشی) 19
قانون توہین رسالت .... (جناب عطاء اللہ صدیقی) 24

زر تعاون بیرون ممالک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات
بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۷۰ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۵ روپے سالانہ ۲۵۰ روپے
ششماہی ۱۲۵ روپے

چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
نیشنل بینک پرانی نمائش اکاؤنٹ نمبر 1849
کراچی (پاکستان) ارسال کریں

لندن آفس
35 Stockwell Green,
London. SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان
فون ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M. A. Jinnah Road, Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ختم نبوۃ

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وزیر داخلہ صاحب...... ہوش کے ناخن لیں!

ہمارے محترم وزیر داخلہ صاحب پر ایک عرصہ سے دینی طبقوں اور دینی مدارس کے خلاف متضاد بیانات دیتے رہتے ہیں۔ ایک عرصہ دراز تک تو ان پر دینی مدارس کی ہیبت طاری رہی اور وہ ان کو دہشت گردی کا اڈہ، ان کو فرقہ واریت پھیلانے کا سبب قرار دیتے رہے ہیں اور مدرسوں کو بند کرنے کی دھمکی نہ صرف دیتے رہے بلکہ عملاً چھاپے بھی مارے اور اب علماء کرام کے خلاف بیان بازی پر اتر آئے ہیں بلکہ دھمکی دینے لگے کہ علماء کرام اپنی حفاظت چھوڑ دیں اور اسلحہ سے لیس گارڈ کے ساتھ نہ چلیں اور پولیس کو حکم دیا گیا کہ ان کو وارننگ دیں اگر نہ رکیں تو گولی ماردیں، وزیر داخلہ صاحب یہ بیان اس وقت دے رہے ہیں جس وقت کراچی میں صورت حال یہ ہے کہ ہر گلی، کوچے میں علماء کرام کو قتل کرنے کے لئے لوگ گھات لگائے بیٹھے ہیں اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ وہ نہ صرف سرعام دھمکیاں دیتے ہیں بلکہ اس پر عمل بھی کررہے ہیں۔ ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ، مولانا عبدالسمیع شہیدؒ کے بعد شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور چند روز قبل جامعہ فاروقیہ کے شیخ الحدیث مولانا عنایت اللہؒ، مولانا عبدالرحمنؒ، مولانا محمد اقبالؒ کو ڈرائیور سمیت انتہائی سفاکانہ انداز میں شہید کیا گیا، اس کے بعد چند مشتبہ لوگ پکڑے گئے جنھوں نے ڈاکٹر مولانا عبدالرزاق اسکندر، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، مفتی محمد جمیل خان اور ان جیسے جید علماء کرام کو شہید کرنے کے عزم کا اقرار کیا۔ اسی بنا پر ڈی آئی جی کراچی، ایس ایس پی علاقہ جات اور خود ہوم سیکریٹری کی جانب سے علماء کرام کو واضح ہدایت ہے کہ وہ بغیر حفاظتی گارڈ کے نہ نکلا کریں لیکن ہم جناب وزیر داخلہ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ یہ بتائیں کہ آپ کے وزیر داخلہ کا منصب سنبھالنے کے بعد سے تاحال ہر جگہ علماء کرام کی شہادت کا سلسلہ جاری ہے، ڈکیتیاں بڑھ رہی ہیں، گاڑیاں سرعام لوٹی جارہی ہیں، کشمور، ڈیرہ غازی خان، میانوالی اور لورالائی اور دیگر علاقوں میں رات کو بغیر حفاظتی اقدامات کے سفر کرنا دشوار ہے۔ اغوا کی وارداتیں کھلے عام ہورہی ہیں، علماء کرام سے آپ کے بغض کی انتہا ہے کہ کسی کے اکسانے پر آپ ان کے خلاف بیان بازی سے باز نہیں رہ سکتے۔ آپ جس اسلحہ کی نمائش کی بات کررہے ہیں وہ آپ کے شرفاء کی سرپرستی میں ہوتی ہے، اسلحہ کی نمائش سے علماء کرام کے وقار میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ آپ کی بدانتظامی اور حکومت کی نااہلی کا سرعام مشاہدہ ہوتا ہے، آپ کو چاہئے کہ اس نااہلی پر استعفیٰ دے دیتے لیکن ہٹ دھرمی کی انتہا ہے کہ آپ شرفاء کو دھمکیاں دے کر اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں۔ آپ افغانستان جاکر قیام کریں اور دیکھیں کہ کس طرح ان علماء کرام نے نفاذ اسلام کی بنیاد پر ایک جنگ زدہ علاقہ کو امن کا گہوارہ بنادیا، کس طرح عوام الناس کی جان، مال عزت و آبرو کی حفاظت کی جاتی ہے کوئی کسی کی طرف میلی آنکھ بھی اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا، رات کو

کسی وقت کابل سے قندھار تک آپ بلاخوف وخطر سفر کر سکتے ہیں۔ وزیر داخلہ صاحب! علماء کرام سے معافی مانگیں، ڈاکوؤں اور ملک دشمن عناصر پر کڑی نظر رکھنے کی ہدایات دیں اور کراچی کی سڑکوں پر تنہا نکل کر مشاہدہ کریں تو اندازہ ہوگا کہ رینجرز، پولیس، کمانڈوز کے جھرمٹ میں بیٹھ کر دھمکیاں دینے والے وزیر داخلہ صاحب! حقائق کا سامنا کریں تو آپ کو اپنی حیثیت کا اندازہ ہو سکے گا۔

استحکام امن کے لئے علماء کرام کی کمیٹی کا قیام......ایک خوش آئند اقدام

اکثر و بیشتر علماء کرام کی شہادت یا کسی سانحہ کے بعد انتظامیہ علماء کرام کا اجلاس بلالیتی ہے اور عوام الناس کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتی ہے جیسا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد بار ہا کمشنر کراچی سے بار ہا کہا گیا کہ ان واقعات کے سدباب کے لئے ٹھوس اور مستقل بنیادوں پر اقدامات کریں، مگر ایسا کوئی اقدام نہ ہو سکا۔ جامعہ فاروقیہ کے سانحہ کے بعد چیف سیکریٹری کی ہدایت کے مطابق علماء کرام کا اجلاس ہوا تو اس میں مذکورہ تجویز پیش کی گئی۔ اس دوران علماء کرام کا اجلاس جامعہ فاروقیہ کراچی میں مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کی ایک نمائندہ کمیٹی تشکیل دی گئی تو اس میں سرکاری ایجنسیوں کو ملک میں فرقہ واریت کو ہوا دینے سے باز رکھنے کے لئے حکومتی اقدامات پر زور دیا گیا تاکہ دینی مدارس کا تقدس پامال نہ ہو اور اس دوران تمام مکاتب فکر کے نمائندوں نے اس ضابطہ اخلاق پر اتفاق کیا کہ تمام مکاتب فکر ایک دوسرے کی حیثیت تسلیم کرتے ہوئے اپنے معاملات کو طے کرنے کے لئے نمائندہ کمیٹی سے تعاون کریں گے اور اس کمیٹی کے ذریعے مسائل حل کرنے کی ممکنہ کوشش کریں گے۔ علماء کرام کی نمائندہ کمیٹی کے تمام معزز اراکین حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا عبدالرحمن سلفی، مولانا محمد سلفی، مولانا شاہ تراب الحق، حاجی حنیف طیب، علامہ عباس کمیلی، پروفیسر حسن رضا نقوی اور کمشنر صاحب اور ڈی آئی جی کراچی نے منعقدہ اجلاس میں ابتدائی مراحل طے کئے ہیں اور مستقل ضابطہ اخلاق کے لئے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ ہم اس کمیٹی کے قیام کا خیر مقدم کرتے ہوئے مختلف مکاتب فکر سے اپیل کریں گے کہ مسائل کا حل کلاشنکوف یا لڑائی نہیں ہے بلکہ قیام و استحکام امن کے لئے مفاہمت کی فضاء پیدا کی جائے گی۔ درحقیقت مسئلہ حدود سے تجاوز کا ہے، جب کوئی اقلیت یا اکثریت کسی کے حقوق دبائے گی اور اپنا مسلک مسلط کرنے کی کوشش کرے گی تو ایسے حالات میں تو فرقہ وارانہ کشیدگی بڑھے گی جو کہ امن وامان کے مطلوبہ استحکام میں رکاوٹ کا باعث ہوگی۔ امید ہے کہ یہ کمیٹی بطریق احسن ان مسائل کو حل کرے گی اور کراچی کے حالات پرامن ہونے کے امکانات بڑھیں گے اگر کراچی میں قیام امن میں کامیابی ہوگی تو پورے پاکستان کے استحکام امن میں بھرپور مدد ملے گی۔ (انشاء اللہ)

قسط: 1

حج۔ کیوں اور کیسے؟

تحریر: مولانا مفتی محمد جمیل خان

عبادت حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ قرآن و حدیث میں حج کی بہت زیادہ فضیلت اور ترغیب آئی ہے۔ قرآن مجید میں عبادت حج کو صاحب حیثیت انسان کے لئے فرض اور ضروری قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"اور ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج فرض ہے، جو اس راہ میں سفر کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔" خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ۹ھ میں حج کی فرضیت کا اعلان فرماتے ہوئے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں مسلمانوں کا پہلا قافلہ حج کے لئے روانہ فرمایا اور اس کے دوسرے سال یعنی ۱۰ھ میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ایک قافلہ کے ساتھ جو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار جانثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مشتمل تھا، حج کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حج کا طریقہ سکھایا یہی وجہ ہے کہ حج جیسی اہم عبادت کا ایک ایک حکم بالکل واضح اور صاف ہے۔ حج کی فضیلت کے لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی حدیث کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"جس شخص نے ایسا حج کیا کہ اس میں گناہ اور بے حیائی کا کوئی عمل نہ کیا ہو تو وہ حج سے ایسا واپس لوٹے گا جیسے آج پیدا ہوا ہو۔"

یعنی تمام گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ بالکل معصوم بچے کی طرح پاک و صاف ہو جائے گا۔ عبادت حج میں دونوں عبادات یعنی مالی عبادت اور بدنی عبادت کا اشتراک ہے اس لئے فقہاء امت نے اس عبادت کو مشترک عبادت قرار دیا۔ اس عبادت میں اللہ تعالیٰ کے بندے ایک محبوبانہ اور عاشقانہ شان میں ہوتے ہیں اس لئے یہ عبادت اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اس عبادت کی شان اللہ تعالیٰ نے اتنی عظیم فرمائی ہے کہ اس میں ایک خاص لباس کی شرط عائد فرمادی تاکہ انسانی تقابل و تفاخر کے تمام دروازے بند ہو جائیں اور لوگ اس طرح ایک طرز پر خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو جائیں جس طرح قیامت کے دن میدان حشر میں انسانوں کا اجتماع ہوگا۔

حج کے معنی ارادہ اور قصد کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں حج اس عبادت کا نام ہے جو ایک خاص لباس میں مخصوص دنوں میں مکہ مکرمہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے مقام پر مخصوص ارکان کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ اگرچہ اسلام میں ہر مسلمان کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ اپنی عبادت کے طریقے اچھی طرح سیکھ لیں تاکہ اس کی وہ عبادت باطل نہ ہو جائے (جیسا کہ احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں باہر سے کوئی شخص مسلمان ہونے کے لئے تشریف لاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اسلام قبول کرانے کے بعد دو تین دن مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے کا حکم فرماتے تاکہ وہ اسلامی عبادات کے تمام طریقے اور اسلامی طرز زندگی سیکھ لے اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارے) لیکن عبادت حج چونکہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور اس عبادت کی عظمت اور اہمیت بھی تمام عبادات سے زیادہ ہے، اس لئے اس عبادت میں جانے سے پہلے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے تمام ارکان اور مناسک کی ادائیگی کا طریقہ بہت اچھی طرح سیکھ لے تاکہ یہ عبادت ضائع اور باطل نہ ہو۔ کیونکہ اس عبادت کے ضائع ہونے کی صورت میں اس کی قضا کہیں ایک سال بعد ہو سکے گی اور زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ ان سطور کے ذریعے ہم اس عبادت کا آسان طریقہ بتائیں گے تاکہ لوگ آسانی سے اس فریضہ کو ادا کرلیں۔ چونکہ اس مضمون میں صرف انہی مسائل کی نشاندہی کی جائے گی جو کہ بہت ضروری ہیں اس لئے تفصیلی مسائل کے لئے حج کی بڑی کتابوں یا سعودیہ میں علماء کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

خوش نصیب اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کا نام اس سال حج ادا کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہوا ہے۔ حج کی عبادت صرف انہی خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی ہے جن کی لبیک خدا کے دربار میں قبول ہو چکی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل فرمائی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عالم دنیا کے لئے حج کی فرضیت و فضیلت کا اعلان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلان کو قیامت تک کے آنے والے انسانوں کی ارواح تک پہنچایا۔ جن ارواح نے اس اعلان کے جواب میں لبیک کہا اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں حج متعین و مقرر فرمادیا۔

اس حدیث کے مطابق حج کرنے والے وہ افراد جو حج کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، وہ خوش نصیب افراد ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کے جواب میں لبیک کا جواب دیا تھا۔ اس لئے وہ افراد جن کا نام حج کے لئے قرعہ اندازی میں بھی آچکا ہے وہ خدا کا شکر ادا کریں اور جب تک حج کی سعادت مکمل نہ ہو جائے، دو رکعت شکرانہ ادا کرتے رہیں کہ کہیں تکبر یا غرور و ناشکری کی وجہ سے اس سعادت سے محروم نہ ہو جائیں۔ اس عبادت کا سب سے اہم شکرانہ یہی ہے کہ اس عبادت کا طریقہ سیکھنا شروع کردے اور اس کے لئے ایک ایک مسئلہ کو ذہن نشین کرلے اور اس دوران جن دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے ان کو بھی یاد کرلیا جائے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ہمارے

لوگ طواف کر رہے ہیں یا حج کی کوئی عبادت اور ہاتھ میں کتاب لی ہوئی ہے اور وہاں ہجے کر کے پڑھ رہے ہیں جس سے عبادت کرنے میں تکلیف بھی ہوتی ہے اور عبادت کا صحیح لطف بھی نہیں آتا۔ اکثر یہ بھی دیکھا گیا کہ حج جیسی اہم عبادت کرنے جا رہے ہیں اور نماز تک صحیح طور پر نہیں آتی۔ اس میں جہاں گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے وہاں عالم اسلام کی نظر میں بھی ملک کی سبکی ہوتی ہے کہ پاکستان جیسے اسلامی ملک کے افراد نماز کے صحیح طریقہ ادائیگی سے واقف نہیں اس لئے حج کے مسائل کے ساتھ اپنی نمازیں اور دیگر اعمال کو بھی کسی عالم دین سے درست کرا لینے چاہئیں۔

حج کی ادائیگی میں سب سے اہم مسئلہ نیت کا ہے کیونکہ عبادت کا مدار ہی نیت پر ہے۔ ہجرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلام کے بعد دوسرا بڑا عمل تھا لیکن اس میں بھی نیت کا اتنا دخل تھا کہ اس میں جن لوگوں کی نیت خدا کی رضا کی نہیں تھی ان لوگوں کی ہجرت کو غیر مقبول قرار دیا گیا۔ حدیث شریف کے مطابق اگر عبادت کو بھی خدا کی رضا کی نیت سے ادا نہ کیا جائے تو وہ عبادت گناہ کا باعث بن جاتی ہے اس لئے حج کے ارادہ سے پہلے ہی یہ نیت کر لے کہ یہ عمل صرف اور صرف خدا کی رضا کے لئے کر رہا ہوں۔ اس میں یہ مقصد نہیں کہ لوگ مجھے حاجی کہیں یا میرے بھائی نے حج کیا ہے اس لئے میں بھی کروں بلکہ یہ نیت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت اور صحت سے نوازا ہے اور اس کے بدلے حج کی عبادت بطور شکرانہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس کے حکم کی تعمیل اور اس کی خوشنودی کے لئے یہ حج کی عبادت کا ارادہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس عبادت کو آسان فرما اور قبول فرما۔

وزارت حج کی طرف سے حج کے لئے منتخب افراد کی تربیت اور رہنمائی کے لئے کتابچوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس میں تمام تفصیلات درج ہیں۔ قرعہ اندازی میں نام نکلتے ہی اطلاع کے ساتھ وہ کتابچے بھیج دیے جاتے ہیں۔ ان کا مطالعہ کر بلکہ ان کو یاد کر لینا ہر حاجی کے لئے ضروری ہے اسی کے ساتھ جن افراد نے آپ کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں میں سے حج کر لیا ہو، ان سے حج کی تفصیلات پوچھ لیں تاکہ آپ کے سامنے ان مقامات کا نقشہ آ جائے۔ ابتدائی اطلاع کے بعد وزارت مذہبی امور کی طرف سے حجاج کرام کو ایک خط جاری کیا جاتا ہے جس میں جہاز نمبر اور روانگی کی تاریخ اور حاجی کیمپ میں پہنچنے کی تاریخ درج ہوتی ہے۔ اس مقررہ تاریخ سے ایک دن قبل ہی اگر حاجی کیمپ پہنچ جائیں تو احتیاط کے تقاضے کے مطابق ہے تاکہ وقت مقررہ پر کاغذات کا حصول آسان ہو۔ وقت مقررہ پر متعینہ کھڑکیوں پر جہاز کا نام اور نمبر لگا دیا جاتا ہے۔ اس قطار میں کھڑے ہو کر آپ اپنے کاغذات وصول کر لیں۔ کاغذات میں پاسپورٹ اور کرنسی کے کاغذات ہوتے ہیں ان کاغذات کے حصول کے بعد متعلقہ بینک جس میں آپ نے پیسے جمع کرائے تھے ان بینکوں سے اپنی کرنسی، حج نوٹ، ٹریولر چیک وغیرہ کی صورت جو آپ کے لئے مناسب ہو حاصل کر لیں۔ بینک میں کاغذات کے ساتھ پاسپورٹ بھی رکھ دیا جائے گا اور یہ پاسپورٹ اب ایئرپورٹ پر ملے گا، اس لئے پاسپورٹ کی فکر نہ کریں۔ کاغذات اور کرنسی کے حصول کے بعد اب مرحلہ وار روانگی سے آٹھ گھنٹے قبل سامان کی وصولیابی شروع ہو جاتی ہے۔ اپنے نمبر کے مطابق ان مقامات پر سامان جمع کرا دیں اور اپنے اپنے وقت پر ایئرپورٹ پہنچ کر اپنے اپنے جہازوں پر چلے جائیں۔ ہوائی جہازوں کے لئے روانگی سے قبل حاجی کیمپ، گھر یا ایئرپورٹ پر احرام باندھنا ضروری ہے کیونکہ وہ جدہ سے احرام نہیں باندھ سکتے۔ پانی کے جہاز والے ایک مخصوص مقام پر جہاں جہاز روکا جاتا ہے احرام باندھیں گے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اس سفر کے دوران لوگ نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور اس مبارک سفر کو بھی عام سفر کی طرح گزار دیتے ہیں، یہ بہت ہی محرومی اور بد قسمتی کی بات ہے۔ فرائض اور ارکان اسلام میں کلمہ شہادت کے بعد سب سے اہم مرتبہ نماز کا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت میں ایمان کے بعد سب سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا۔ پھر ایک فریضہ کی ادائیگی کے لئے جانے کی صورت میں دوسرے فریضہ کو ترک کرنا کسی طرح عقل میں نہیں آتا۔ اس لئے گھر سے لے کر واپسی تک اس بات کا خاص طور پر اہتمام کریں کہ کوئی نماز بھی فوت نہ ہو بلکہ کوئی نماز بھی بغیر جماعت کے نہ رہ جائے۔ اگرچہ سفر میں صرف فرض نماز اور وہ بھی قصر کر کے ادا کی جاتی ہے لیکن اس مبارک سفر کے دوران اہتمام کریں کہ فرائض نماز تو قصر میں ادا کی جائے لیکن سنتیں اور نوافل کو بھی بلا امر مجبوری اور شدید معذوری کے ترک نہ کریں اکابر علماء کرام نے لکھا ہے کہ فریضہ حج کی ادائیگی کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ اس سفر کے دوران اتباع سنت کا بہت زیادہ اہتمام رہے، اس لئے اگر مسجد میں جماعت نہ ملے تو ساتھی آپس میں جماعت کا اہتمام کر لیا کریں۔

اس سفر میں دوسری اہم چیز ساتھیوں کا آپس میں محبت و الفت سے رہنا ہے کیونکہ یہ سفر بہت ہی مشکلات اور نفسا نفسی کا سفر ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر دیکھا گیا ہے کہ حج میں ساتھی آپس میں لڑتے جھگڑتے اور پھر واپس آ کر ان قصوں کا دنیا بھر میں ذکر کرتے ہیں، یہ چیز اس سفر کے لئے بہت مضر ہے۔ اس لئے قرآن میں اس کو چھوڑنے کو خصوصی طور پر ذکر کرتے ہے۔

ارشاد ربانی ہے :۔

"جس شخص پر حج فرض ہو تو اس کو چاہئے کہ دوران حج فحش گوئی فسق و فجور اور لڑائی جھگڑے سے دور رہے۔"

اس کے لئے ضروری ہے کہ ساتھی آپس میں ایک دوسرے کا احترام کریں۔ ہر شخص کوشش کرے کہ اس کے کسی عمل سے اس کے دوسرے ساتھی کو تکلیف نہ پہنچے۔ ہر بات میں درگزر کا خیال رکھا جائے۔ ہر ساتھی یہ کوشش کرے کہ وہ ہر کام میں ایک دوسرے کا تعاون کرے کسی ایک ساتھی پر تمام کاموں کا بوجھ ڈالنا لڑائی کا باعث ہوگا اس لئے ساتھی تمام کام آپس میں تقسیم کر لیں۔ اگر کبھی ساتھی کسی بات پر آپس میں تلخ کلامی کرنے لگیں تو دوسرے ساتھی فوراً درمیان میں پڑ کر معاملے کو رفع دفع کرا دیا کریں ورنہ یہ مبارک سفر اپنی برکتوں سے محروم کر دے گا۔

ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل آپ نے حج کا اہم رکن احرام باندھنا ہے۔ احرام کی مثال حج میں ایسی ہے جیسے نماز میں وضو جس طرح بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی اسی طرح احرام کے بغیر حج کا تصور ممکن نہیں۔ احرام باندھ کر گویا اب حج اور عمرہ کی ابتداء ہو گئی چونکہ احرام حج کی پہلی سیڑھی ہے اور اس کی شرائط بھی بہت مشکل ہیں اس لئے اسکا اہتمام بھی

بہت زیادہ ضروری ہے۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ احرام باندھنے کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور سرسری انداز میں ایک لباس اتار کر دوسرا پہن لیتے ہیں۔ یہ بہت ہی محرومی کی بات ہے۔ احرام باندھنا گویا حج کی نیت کرنا ہے اور تمام اعمال کا مدار اس نیت کے اوپر ہے اگر نیت کی اصلاح ہو جائے تو تمام اعمال کی خود بخود حاصل ہو جائے گی۔ اسی بنا پر حدیث کی سب سے مستند اور کتاب اللہ کے بعد سب سے افضل کتاب صحیح بخاری کے مصنف امام محمد بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کی ابتداء اس حدیث سے فرمائی جس میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور مثال دے کر وضاحت بھی فرمائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے موقع پر سب سے اہم ترین عمل ہجرت تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جس شخص نے ہجرت کسی دینی غرض سے کی تو اس کی ہجرت قبول اور اگر اس ہجرت میں بھی کسی کی نیت دینی غرض سے نہیں تھی تو باوجود اہم ترین عمل ہونے کے اس ہجرت کا کوئی ثواب نہیں ملے گا، بالکل اسی طرح احرام باندھنے کی حالت حج کی نیت ہے اور حدیث شریف میں پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذریعے تمام مسلمانوں کو اس بات کی سخت تاکید فرمائی کہ حج کے ارادہ سے جب نکلو تو صرف خدا تعالیٰ کی رضا کی نیت ہونی چاہئے۔ کسی دنیاوی منفعت یا اور کوئی لالچ و غرض اس میں شامل نہ ہو ورنہ تمام کا تمام حج بالکل باطل یا لغو عمل ہو جائے گا۔ علماء کرام نے اس بات کی تشریح کی ہے کہ ایک زمانے میں حج کرنے والوں کی تعداد پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو جائے گی لیکن ان کی نیت صحیح نہ ہونے کی بنا پر حج کے فوائد اور ثمرات مرتب نہیں ہوں گے۔ آج ہم خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں کہ ہر سال ۲۰ لاکھ کے قریب افراد حج کا فریضہ ادا کر رہے ہیں پورا سال عمرہ کرنے والوں کی تعداد کروڑوں سے تجاوز کر جاتی ہے لیکن پوری دنیا میں مسلمانوں کی دینی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ورنہ پہلے یہ بات ہر شخص میں مشہور تھی کہ جو شخص حج جیسی بابرکت عبادت کا فریضہ ادا کر لیتا تھا۔ اس کی ظاہری و باطنی دونوں حالتوں میں تبدیلی آجاتی تھی اور اس کا ہر عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو جاتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ صرف اور صرف خدا کی رضا کی نیت سے اس عبادت کو ادا کرتے تھے، آج کل اس کے برعکس نظر آتا ہے اور ہر شخص مالی منفعت کے لئے سعودی عرب کا رخ کرتا ہے۔ اس لئے جن حجاج کرام کا اس سال حج کے لئے انتخاب ہوا ہے ان کے لئے ضروری ہے کہ ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل اپنی نیت کی اصلاح کرلیں اور اب تک حج کے ساتھ کوئی اور بھی غرض دل میں تھی تو فوراً اس سے توبہ کرلیں اور صدق دل سے خدا سے معافی مانگ کر یہ قصد کرلیں کہ اس سفر میں صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنی ہے اور اپنے تمام گناہوں کو خدا تعالیٰ سے معاف کرا کر ایسا واپس لوٹنا ہے، گویا کہ آج ہی اپنی زندگی شروع کر رہا ہے۔

سامان جمع کرانے کے بعد احرام کی تیاری میں مصروف ہو جائے۔ اگر کراچی ہی میں گھر ہے تو گھر پر احرام باندھنا افضل ہے ورنہ حاجی کیمپ ہی میں احرام باندھے۔ اکثر لوگ بعض اندیشے کے پیش نظر احرام نہیں باندھتے اور ائیرپورٹ پر احرام باندھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک تو ائیرپورٹ پر صحیح طہارت حاصل نہیں ہو سکتی۔ دوسرا حاجی کیمپ میں جو اطمینان و سکون حاصل ہوگا وہ ائیرپورٹ پر ملنا مشکل ہے اس لئے احرام صحیح طور پر خشوع و خضوع کے ساتھ نہیں باندھا جا سکے گا اس لئے سامان جمع کراتے ہی فوراً سب سے پہلے غسل کرے۔ یہ غسل کرنا سنت ہے اگر پانی میسر نہ ہو یا نہانے سے تکلیف کا اندیشہ ہو تو صرف وضو کرے غسل یا وضو کے بعد دو چادریں جو احرام کے لئے خریدی گئی ہیں ایک چادر لنگی کی طرح ناف سے لے کر ٹخنوں کے اوپر تک باندھے اور ایک چادر جسم کے اوپری حصے پر اوڑھے اس لباس کو پہن کر گویا کہ وہ بہ زبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ میں تیرے حکم کا غلام ہوں۔ جب تک تیرا حکم تھا سلا ہوا لباس میں نے وہ لباس اختیار کیا، اب تیری طرف سے حکم آیا کہ سلا ہوا لباس ترک کردے میں نے اس لباس کو چھوڑ کر تیری خوشنودی کے لئے تیرا پسندیدہ لباس زیب تن کر لیا۔ اس عملی ثبوت کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دو رکعت نماز نفل نیت احرام کا حکم دیا ہے اس لئے ٹوپی پہن کر دو رکعت نماز ادا کرے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ سر پر کچھ اوڑھے بغیر نماز ادا کرنے لگے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ابھی سے احرام کی پابندیاں شروع ہو گئیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ نماز تو سر پر ٹوپی وغیرہ پہن کر ادا کرے اور نماز کے بعد سر سے ٹوپی اتار لے اور اب حج یا عمرے کی نیت کرلے۔

حج کی تین قسمیں ہیں اس لئے نیت کرتے وقت کسی کا تعین کرنا ہوگا۔

حج قران جو کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضل ہے اس طریقہ میں ایک ہی احرام سے حج اور عمرہ دونوں ادا کرنا ہوتا ہے چونکہ آج کل کے دور میں اتنی طویل مدت تک احرام کی شرائط کی پابندی مشکل ہے اس لئے عام طور پر لوگ اس طریقہ کی حج کی نیت نہیں کرتے اگر کوئی شخص ان شرائط کی پابندی کر سکتا اور حج کے ایام تک احرام کی حالت میں رہ سکتا ہو تو اس طریقہ حج کی نیت کرے۔

دوسرا طریقہ حج تمتع ہے اس میں بھی عمرہ اور حج دونوں کے لئے احرام باندھا جاتا ہے لیکن اس میں عمرہ کے بعد حلق کر کے احرام اتار لیا جاتا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسی طریقہ سے نیت کرتے ہیں۔

تیسرا طریقہ حج افراد کا ہے اس میں صرف حج کیا جاتا ہے اور حج سے قبل عمرہ نہیں ہوتا اس میں احرام باندھتے وقت صرف حج کی نیت کر کے لباس تبدیل کیا جاتا ہے اور پھر اسی احرام سے حج کے ارکان شروع کئے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ اکثر وہ حضرات اپناتے ہیں جو کہ حج کے عین وقت پر پہنچیں یا مکہ اور اطراف کے رہنے والے ہوں۔

بہر حال پاکستانی حضرات کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ حج تمتع کی نیت کریں اور اسی کے مطابق احرام باندھیں۔ بہت سے لوگ احرام کراچی کے بجائے جدہ سے باندھتے ہیں اگر کسی حاجی نے ایسی صورت اختیار کی تو اس پر ایک دم لازم آجائے گا کیونکہ ہوائی جہاز سے جانے کی صورت میں حاجی میقات سے گزر جاتا ہے اور میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کی صورت میں دم لازم ہو جاتا ہے۔

نیت کا مکمل طریقہ اس طرح ہے کہ دو رکعت

نماز پڑھ کر دعا مانگنے کے بعد زبان سے یہ الفاظ ادا کرے اور دل سے اس کا تصور کرے۔

اے اللہ! میں عمرہ اور حج کی نیت کرتا ہوں اے اللہ اسے آسان فرما اور قبول فرما۔

اس کے بعد تین مرتبہ ان الفاظ کی تلبیہ پڑھے

"لبیک اللھم لبیک۔ لبیک لاشریک لک لبیک۔ ان الحمدو النعمۃ لک و الملک لاشریک لک۔"

یہ نیت کرتے ہی حاجی محرم بن گیا، اب اس پر وہ تمام احکام مرتب ہوں گے جو کہ احرام باندھنے کے بعد لازم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اب حاجی کو احتیاط کرنا پڑے گی۔ اب وہ نہ خوشبو استعمال کر سکتا ہے اور نہ ہی سلا ہوا لباس پہن سکتا ہے اور نہ ہی جانور وغیرہ کو ذبح کر سکتا ہے اور نہ ہی بال ناخن وغیرہ کاٹ سکتا ہے، اس کے تفصیلی مسائل کے لئے تفصیلی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

پانی کے جہاز والے حضرات حجاج کرام ایک مقام پر جو کہ پاکستانی حجاج کے لئے میقات ہے احرام باندھیں گے۔ اس مقام پر جہاز روک لیا جاتا ہے اور جہاز والوں کی طرف سے احرام باندھنے کا اعلان ہوتا ہے۔ اب مرحلہ ہے جہاز میں سوار ہونے کا۔ نہایت اطمینان اور نظم وضبط کے ساتھ جہاز میں سوار ہوں۔ راستہ بھر دعائیں اور تلبیہ پڑھتے رہیں کیونکہ اس حالت میں کثرت تلبیہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ تلبیہ آواز سے پڑھیں۔ عمرہ شروع ہونے تک تلبیہ پڑھی جائے گی۔

جدہ ایئر پورٹ پر اترتے ہی سامان وغیرہ حاصل کرکے آپ اگر قافلے کے ساتھ جا رہے ہیں تو امیر قافلہ آپ کے استقبال کے لئے موجود ہوں گے اگر انفرادی طور پر جا رہے ہیں تو خدام الحاج موجود ہوں گے ان کی رہنمائی سے آپ مکہ کے لئے سواری کا بندوبست کریں ایئر پورٹ سے ٹیکسی بھی جاتی ہیں جو کہ ایک حاجی سے تقریباً ۲۵ ریال کرایہ لیتی ہیں۔ اسی طرح ٹیکسیاں بھی سواری کے حساب سے لی جاتی ہیں۔ حج کے دنوں میں چالیس سے ساٹھ ریال تک ایک شخص کا کرایہ ہوگا اس کے ذریعے مکہ روانہ ہو جائیں۔ مکہ اور جدہ کے درمیان ایک مقام آتا ہے جہاں سے حرم کی حدود شروع ہو جاتی ہیں اس مقام پر بورڈ لگا ہوا ہے کہ اس جگہ سے آگے کسی غیر مسلم کو جانے کی اجازت نہیں۔ اس مقام پر ایک دعا ہے جو کہ کتاب میں درج ہے۔ آپ اس جگہ وہ دعا پڑھیں اور ساتھ ہی دوسری دعائیں بھی مانگیں کیونکہ یہاں سے حرم کعبہ کی ابتداء ہو رہی ہے، اس سے کچھ دیر بعد مکہ شہر کے آثار نظر آئیں گے۔ اب مکہ شہر نظر آنے کے بعد بھی دعا موجود ہے اس کو دیکھ کر پڑھیں اور یہاں اب آپ تصور کریں کہ کچھ دیر ہی بعد آپ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مرکز بیت اللہ میں پہنچنے والے ہیں اور یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک ایک لاکھ سے زائد پیغمبران کرامؑ اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور لاکھوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور کروڑوں بزرگان کرامؒ تشریف لا چکے ہیں ان قدموں کی برکات اس جگہ منقش ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں کے بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں کہ دعائیں قبول ہوتی ہیں اگر اس تصور کے ساتھ آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو انشاء اللہ آپ پر خشوع وخضوع کی ایک خاص کیفیت طاری ہوگی جو کہ خدا تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ ہے۔

مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے آپ اپنا سامان محفوظ جگہ پر رکھ لیں۔ اگر آپ قافلے کے ساتھ ہیں تو آپ کے امیر نے آپ کے لئے جگہ لے لی ہوگی وہاں جا کر اپنا سامان رکھ لیں اور کچھ دیر آرام کریں اگر دوپہر کا وقت ہے تو کچھ دیر انتظار کریں اور ٹھنڈے وقت میں عمرہ ادا کریں کیونکہ گرمی میں عمرہ کرنے سے تکلیف کا اندیشہ ہے اگر تنہا ہیں تو اپنے معلم کی جگہ پر چلے جانا چاہئے اور سامان کو محفوظ جگہ پر رکھ لیں۔ قضائے حاجت اور وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر اگر نماز کا وقت ہو تو نماز کی ادائیگی کے لئے حرم شریف چلے جائیں۔

بیت اللہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ پورے قیام کے دوران اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی بھی نماز بیت اللہ کی جماعت سے چھوٹ نہ جائے اگر کوئی نماز چھوٹ گئی تو یہ بہت ہی بدقسمتی کی بات ہوگی اگر نماز کا وقت نہیں ہے تو کچھ دیر سفر کی تھکان اتار کر عمرے کے ارادہ سے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوں۔ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ جب تک آپ عمرہ شروع نہیں کرتے تلبیہ آپ کی زبان پر کثرت سے جاری رہے۔

بیت اللہ میں اگر باب السلام کی طرف سے داخل ہوں تو بہتر ہے کیونکہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازے سے بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے لیکن آج کل اژدھام بہت ہوتا ہے اور مختلف علاقوں میں مکانات ہونے کی بنا پر باب السلام سے داخلہ مشکل ہوتا ہے اس لئے جو دروازہ بھی مکان سے قریب ہو اسی سے داخل ہو جائیں۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی آپ کی نگاہ تجلیات الٰہی کے مرکز بیت اللہ پر پڑے گی۔

احادیث میں آتا ہے کہ پہلی مرتبہ بیت اللہ پر نگاہ پڑتے ہی جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے اس لئے بیت اللہ پر نگاہ پڑتے ہی دعائیں مانگیں۔ کوشش کریں کہ دعا میں تضرع اور گو زاری کی کیفیت پیدا ہو جائے اور آنکھوں سے کچھ آنسو بھی جاری ہو جائیں تو بہت ہی اچھا ہے اس وقت اپنے گناہوں کی معافی اور آئندہ زندگی کے لئے نیک اعمال کی توفیق اور بیت اللہ پہنچنے پر خدا کا شکر ادا کریں اور اپنے والدین اولاد اور رشتہ دار، دوست واحباب اور اساتذہ کرام کے لئے خوب دعائیں مانگیں۔ دعا سے فارغ ہو کر نہایت اطمینان کے ساتھ بیت اللہ کی طرف چلیں اور حجر اسود کے سامنے پہنچ جائیں۔

حجر اسود بیت اللہ کے ایک کونے میں پیوست ایک "پتھر" کا نام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ جنت کا پتھر ہے اور لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ پڑ چکا ہے اس پتھر کی نشانی یہ ہے کہ بیت اللہ کے دروازے سے متصل ہے اور اس کے پاس ایک سپاہی کھڑا ہوتا ہے جو لوگوں کو ترتیب کے ساتھ اس کے بوسہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔ اس حجر اسود سے طواف کی ابتداء ہوتی ہے۔ بعض لوگ حجر اسود کی غلط فہمی میں رکن یمانی سے طواف شروع کر دیتے ہیں اور ان کا بوسہ وغیرہ لیتے ہیں۔ اس طرح طواف خراب ہونے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔

طواف کے لئے ضروری ہے کہ حجر اسود کے بالکل مقابل سے شروع کیا جائے اس کے لئے حجر اسود کے بالکل سیدھ میں دو لکیریں کھینچی ہوئی ہیں

آپ حجر اسود کے مقابل کھڑے ہو کر طواف کی نیت کریں۔ نیت سے پہلے احرام کی اوپری چادر کو اس طرح اوڑھیں کہ آپ کا سیدھا ہاتھ چادر سے باہر رہے۔

"اے اللہ میں تیرے گھر کے طواف کا ارادہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میرے ان سات چکروں کو تو آسان فرما اور اس کو قبول فرمالے۔"

یہ نیت عمرہ والے طواف میں بھی ہوگی اور اس عمرے سے فارغ ہونے کے بعد جب تک آپ بیت اللہ کے قریب مکہ مکرمہ میں رہیں، زیادہ سے زیادہ طواف کریں۔ اس صورت میں بھی یہی نیت ہوگی۔

طواف اگر آپ اپنے والدین، اولاد، بہن بھائی، دوست احباب کی طرف سے بھی کریں تو دہرا ثواب ملے گا۔ ایک دوست واحباب کو اور ایک آپ کو بھی۔

نیت طواف کرتے وقت آپ کا رخ بیت اللہ کی طرف ہوگا اور حجر اسود کی بالکل سیدھ میں ہوں گے نیت کرتے وقت اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی جانب کرلیں گے اور پھر "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ کر اپنے پاؤں کو ایڑیوں کے بل اسی مقام پر موڑ لیں اور پھر مقام ابراہیم کی طرف منہ کر کے طواف شروع کردیں آپ کا بایاں کندھا بیت اللہ کی جانب ہوگا۔ طواف کے سات چکروں کے دوران آپ کے سینہ اور کمر کا رخ کسی بھی صورت بیت اللہ کی طرف نہیں ہونا چاہئے۔ پہلے تین چکروں میں آپ پنجوں کے بل ہلکی رفتار سے دوڑیں گے اس کو حج کی اصطلاح میں رمل کہتے ہیں لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھیں کہ دوسروں کو دھکا/غیر مند دیں۔

اسی طرح حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت بھی لوگ دھکم پیل کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا جذبہ تو بہت ہی اچھا ہوتا ہے لیکن ان کا یہ عمل ان کے ثواب کو ضائع کردیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات کی تلقین کی ہے کہ ہم ان تمام ارکان میں لوگوں کو ایذا نہ دیں اور نہ ہی کسی صورت میں نظم وضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑیں۔ اس لئے آپ نے بوسہ نہ ہونے کی صورت میں استلام کرنے کا حکم دیا کہ ہاتھ کا اشارہ کر کے ہاتھ کا بوسہ لے لو تو اسی بوسے کا ثواب ملے گا۔

طواف کی ابتداء حجر اسود سے ہوتی ہے اور ایک چکر حجر اسود پر آکر مکمل ہوتا ہے۔ اس چکر کے دوران جو دعائیں یاد ہوں وہ پڑھیں اگر دعائیں یاد نہ ہوں تو اردو میں ہی دعائیں مانگیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ ہاتھوں میں کتاب لے کر مخصوص دعائیں پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ کوئی مسنون دعائیں نہیں ہیں کہ جن کو لازمی طور پر پڑھا جائے یہ تو چکر یاد رکھنے کی سہولت کے لئے لکھی گئی ہیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ اپنی دعاؤں کو خشوع وخضوع سے پڑھے اور صرف طوطے کی طرح بلاسوچے سمجھے ان دعاؤں کو نہ پڑھے صرف رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان والی جگہ کے لئے مسنون دعا حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

"ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار وادخلناالجنة مع الابرار یا عزیز یا غفار۔"

اگر موقع ملے تو رکن یمانی پر (جو کہ حجر اسود سے پہلے والا کونہ ہے اور اس کونے سے غلاف کعبہ کا کچھ حصہ کاٹا ہوا ہے) ہاتھ پھیر لے۔

تین چکر رمل کی صورت میں مکمل ہوں گے بقیہ چار چکر اپنے معمول کی رفتار کے ساتھ مکمل کئے جائیں۔ اس طرح عمرہ کا ایک اہم رکن طواف ادا ہو گیا۔

طواف کی تکمیل کے بعد اب ملتزم پر حاضری ہوگی۔ ملتزم خانہ کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیانی جگہ کا نام ہے اور یہ جگہ بہت ہی عظمت اور رحمت والی جگہ ہے۔ حاجی اس مقام پر اس تصور کے ساتھ کھڑے ہو کر دعائیں مانگے کہ وہ ارحم الراحمین اور غفور رحیم کے دروازے پر کھڑا ہو گیا ہے جو کہ کسی کو اپنے دروازے سے محروم نہیں کرتا تو انشاء اللہ اس کی تمام دعائیں قبول ہوں گی کوشش کرے کہ بالکل دروازے پر جگہ مل جائے اس صورت میں اپنے ہاتھوں سے چوکھٹ کو تھام لے اور اپنے سینے کو بیت اللہ سے چپکالے اور خوب رو رو کر دعائیں مانگے۔

اے اللہ میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں او تیرے دروازے پر کھڑا ہوں اور تیری رحمت کا امیدوار ہوں اور تیرے عذاب سے خوف زدہ ہوں، اے اللہ! اپنی رحمتیں مجھ پر نازل فرما۔ اس کے علاوہ کتاب سے دیکھ کر اس جگہ کی خصوصی دعا اور اس کے علاوہ بے شمار دعائیں مانگے کیونکہ یہ قبولیت دعا کی جگہ ہے اگر دروازے پر جگہ نہ ملے تو اس کے سامنے جہاں جگہ ملے وہیں دعائیں مانگ لے۔

ملتزم سے فارغ ہو کر اب آپ کو مقام ابراہیم پر آنا ہوگا۔ مقام ابراہیم خانہ کعبہ کے دروازے والے حصہ کے سامنے والے حصہ کو کہتے ہیں۔ آج کل اس مقام پر حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کے قدم مبارک والے پتھر کو ایک شیشے میں بند کر کے نصب کیا گیا ہے یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تھی اور یہ پتھر بیت اللہ کی تعمیر کی اونچائی کے ساتھ خدا کے حکم سے اونچا ہو جاتا تھا اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نشانات نقش ہیں اس کے سامنے دو رکعت نماز ادا کرنا ہر حاجی کے لئے لازمی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہر حاجی کو اس مقام پر نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ نماز سے قبل احرام کے اوپر والی چادر کو صحیح طریقے سے اپنے جسم پر اوڑھ لیجئے دو رکعت نماز پڑھ کر کتاب دیکھ کر مقام ابراہیم کی دعا پڑھ لیں۔

دعا ختم کرنے کے بعد آپ اپنے لئے اور اپنے تمام اہل وعیال کے لئے خوب دعائیں مانگیں کیونکہ یہ مقام بھی قبولیت دعا والے مقامات میں سے ایک ہے۔

مقام ابراہیم سے فارغ ہو کر آپ زمزم کے کنویں کی طرف جانا ہوگا۔ موجودہ حکومت نے جہاں مسجد الحرام کی توسیع کی ہے وہاں پر زمزم کے کنویں کی توسیع کر کے اس کی پائپ لائن حرم کے مختلف جگہوں پر "ماء زم زم" لکھا ہوا نظر آئے گا لیکن اصل کنواں جو کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے ظاہر ہوا تھا وہ مقام ابراہیم کے پیچھے سیڑھیوں سے اتر کر ہے۔ مقام ابراہیم پر نماز پڑھ کر آپ اپنی پشت پر دیکھیں گے تو مسجد حرام کی عمارت شروع ہونے سے پہلے ایک چاردیواری نظر آئے گی۔ اس چاردیواری کے ساتھ سیڑھیاں ہیں جس میں ایک طرف عورتوں کے لئے اور ایک طرف مردوں کیلئے زم زم پینے کی جگہ بنائی گئی ہے۔ یہاں پر وہ اصل کنواں اب بھی اپنی حالت میں موجود ہے اگرچہ اب اس کنویں کو شیشے کے کمرے میں بند کردیا گیا ہے لیکن اگر یہاں جایا جائے تو اس کنویں کی زیارت ہو جائے گی اس کنویں پر آکر خوب زم زم پیجئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ منافق کی علامت یہ ہے کہ وہ زم زم پیٹ بھر کر نہیں پی سکے گا۔ اس لئے حدیث میں مومنین صالحین کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ زم زم خوب زیادہ پئیں بلکہ کتابوں میں آتا ہے کہ اتنا زم زم پئے کہ قے ہونے کا اندیشہ ہو جائے۔ زم زم کے پانی کے لئے حدیث میں آتا ہے کہ جس مقصد کو پیش نظر رکھ کر پیا جائے وہ مقصد پورا

ہوتا ہے اس لئے زم زم پی کر سیڑھیوں کے اوپر چڑھ جائے اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے اس مقام کی دعا پڑھیں اور اس کے ساتھ اپنی تمام حاجات اور والدین وغیرہ کے لئے خوب دعائیں کریں۔ زم زم کا پانی اگر اپنے جسم پر بھی ڈال لیں تو اچھا ہے یہاں پر ایک مسئلہ کی وضاحت ضروری ہے کہ قیام مکہ کے دوران اکثر لوگ زم زم کے پانی سے وضو کرتے ہیں۔ فقہاء نے اس کی ممانعت لکھی ہے کہ زم زم کے پانی سے تبرک حاصل کرنے کے لئے تو وضو اور غسل کیا جاسکتا ہے لیکن پاکی حاصل کرنے کے لئے اس پانی سے وضو نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اگر وضو نہ ہو تو پھر زم زم کے پانی سے وضو نہ کریں اسی طرح اگر کفن کی چادریں لے کر گیا ہے تو بہتر ہے کہ زم زم کے پانی سے اس کو بھگو کر خشک کریں تاکہ کفن متبرک ہو جائے۔

زم زم کا پانی پی کر اب "سعی" عمرہ کا اہم رکن ادا کرنا ہے اگر ضعیف اور کمزور ہے تو کچھ دیر آرام کر لے کیونکہ عمرہ میں سب سے مشکل مرحلہ سعی کا ہے۔ اس میں تقریباً دو میل کے قریب فاصلہ چل کر طے کرنا ہوگا۔ اس لئے فقہا کرام کی رائے کے مطابق ضعیف حاجی کرسی وغیرہ پر بیٹھ کر بھی سعی کر سکتا ہے حکومت سعودیہ کی طرف سے کرسیوں کا بندوبست ہے۔ اگرچہ وہاں اجرت والے بھی مل جاتے ہیں جو کہ پچاس ریال لے کر سعی کرا دیتے ہیں لیکن حاجی کے ساتھ اگر ساتھی ہو جو کہ کرسی چلا سکے تو کرسی والوں کے پاس جا کر اپنا پاسپورٹ رکھوا کر کرسی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ضعیف حاجی یا معذور حاجی کو جو کرسی پر سعی کرائے گا تو یہ سعی اس کے عمرے کی بھی شمار ہوگی اور اس کا عمرہ بھی اسی ضمن میں ادا ہو جائے گا۔

بس صرف اپنے عمرے کی بھی ساتھ نیت کر لی جائے تو معذور کے ساتھ ساتھ اپنا عمرہ بھی ادا ہو جائے گا۔

سعی کے لئے صفا کی طرف جاتے ہوئے پہلے حجر اسود کی سیدھ میں کھڑے ہو کر حجر اسود کا استلام کر کے سعی کی نیت کرے اس میں ضروری نہیں کہ حجر اسود کے قریب ہوں بلکہ حرم کی عمارت جہاں سے شروع ہو رہی ہے اس کی سیڑھیوں سے کھڑے ہو کر حجر اسود کی طرف رخ کر کے استلام کر لیں اور پھر صفا پہاڑی کی طرف جائیں صفا پر پہنچ کر کچھ اوپر چڑھیں اور اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کر لیں۔ ایسی جگہ پر کھڑے ہوں جہاں سے بیت اللہ نظر آئے اور بیت اللہ کو دیکھ کر پہلے صفا پہاڑی کی دعا دیکھ کر کتاب سے پڑھیں اور اس کے بعد اپنے رشتہ داروں کے لئے خوب دعائیں مانگے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری عمرے اور حج کے موقع پر اس جگہ دعا مانگنا اور کافی دیر تک کھڑے ہونا ثابت ہے۔

دعا سے فارغ ہو کر آپ پہاڑ سے اترتے ہوئے اس طرف چلیں جس طرف مروہ ہے۔ سعودی حکومت نے اب دو راستے بنادئے ہیں۔ درمیان میں کرسی گاڑی والوں کیلئے جگہ بنی ہوئی ہے۔ تھوڑی دور جا کر آپ کو سبز رنگ کے ستون نظر آئیں گے اور ہری رنگ کی ٹیوب لائٹ بھی جلی ہوئی نظر آئے گی یہاں سے آپ کو اپنی رفتار تیز کر دینا ہوگی گویا کہ آپ دونوں سبز ستونوں کے درمیان کا حصہ دوڑ کر پورا کریں گے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت حاجرہ علیہا السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بیقراری میں اس جگہ دوڑ لگائی تھی اللہ تعالیٰ کو یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اس عمل کو قیامت تک کے لئے یادگار بنادیا اور ہر حاجی کیلئے اس کو لازم قرار دے دیا۔

اس مقام کی بھی ایک خصوصی دعا ہے جو کہ کتابوں میں مذکور ہے اس کو دیکھ کر پڑھ لیں۔ چکروں کے درمیان جو دعائیں آپ کو یاد ہوں ان کا ورد جاری رکھیں اردو میں بھی اپنے لئے اور والدین و احباب کیلئے دعائیں مانگی جاسکتی ہیں ان چکروں میں بھی کتاب سے صرف طوطے کی طرح رٹی ہوئی دعا پڑھنا ضروری نہیں ہے صرف صفا اور مروہ پہاڑی پر وہ مخصوص دعا اور سبز ستونوں کے درمیان کی دعا سنت سے ثابت ہے صفا سے مروہ تک ایک چکر مکمل ہوگا مروہ پر پہنچ کر پھر وہ مسنون دعا پڑھیں گے اور ساتھ ہی دعائیں مانگیں گے پھر وہاں سے دوسرا چکر صفا کی طرف شروع ہوگا۔ صفا پہنچ کر حسب سابق بیت اللہ کی طرف چھٹا چکر اور صفا سے مروہ کی طرف ساتواں اور آخری چکر ہوگا۔ سبز ستونوں کے درمیان دیکھا گیا ہے کہ عورتیں بھی بھاگتی ہیں یہ مسئلہ کے لحاظ سے صحیح نہیں بلکہ اس جگہ پر صرف مردوں کیلئے دوڑنے اور بھاگنے کا حکم ہے۔ عمرہ کا یہ آخری رکن تھا۔ اس کی ادائیگی کے بعد حاجی عمرے کے ارکان سے فارغ ہوگا۔ اب اہم مرحلہ احرام سے فارغ ہونے کا ہے جس کے لئے سر کے بال منڈوانے ہیں جس سے اندیشہ ہے کہ ان کا حج اور عمرہ بھی خراب ہو جائے اور ان پر قربانی (دم) بھی لازم آجائے۔

سعی سے فارغ ہو کر سب سے پہلے اپنے سر کے بال کاٹے، حالت احرام سے فارغ ہونے کیلئے حاجی خود اپنے بال کاٹ سکتا ہے دوسرے کے نہیں پھر بال کٹوانے میں حاجی کوتاہی کرتے ہیں۔ افضل اور صحیح سنت یہ ہے کہ استرے سے تمام بال صاف کروادے اور اس کو حج کی اصطلاح میں حلق کہتے ہیں پتہ نہیں کیا وجہ ہے کہ حجاج کرام اس عمل میں کوتاہی کرتے ہیں۔ جب گھر سے خدا کی رضا کے لئے نکل گئے۔ لباس بدل لیا اور اپنی تمام ہیت بدل دی تو پھر اس عمل میں کیا حرج پیش آتا ہے کہ آخری وقت میں اپنے آپ کو ایک افضل ترین عمل سے محروم کر دیتے ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ استرے سے اپنے تمام بال صاف کرائے دوسری صورت قصر کی ہے جو کہ اجازت کے زمرے میں آتے ہیں کہ کوئی کسی مجبوری کی بناء پر حلق نہیں کرا سکتا تو وہ قصر کرائے اور قصر میں بہت شرائط ہیں کہ تمام سر کے چوتھائی بال کاٹے جائیں اور وہ بھی کسی ایک طرف سے نہیں بلکہ تمام سر کے بال کاٹے جائیں اور وہ چوتھائی ہو جائیں ورنہ قصر نہیں ہوگا۔ اور ایک دم لازم آجائے گا۔ بہت سے لوگ صرف تھوڑے سے بال کاٹ لیتے ہیں یہ طریقہ درست نہیں عورتیں بال کی چٹیا کے کونے کو انگلی پر لپیٹ کر اتنا کاٹ لیں گی۔ اب اگر حاجی نے "قران" کا احرام نہیں باندھا ہے تو وہ احرام اتار لے گا۔ قران والے حاجی حلق اور قصر بھی نہیں کریں گے اور اپنا لباس بھی نہیں پہنیں گے بلکہ احرام ہی میں رہیں گے۔

تحریر: حافظ لدھیانوی

دیتے ہیں فرشتے بھی جہاں آکے سلامی

تاروں نے حرم پاک کے ذروں سے چمک پائی، گلزاروں کا دامن اس کو خوش ورعنائی سے مہک مہک اٹھا۔ پھولوں کی نکہت، چمن کی شگفتگی میں اسی کا جمال ضیاریز ہے۔ اسی وجود پاک سے تمام کائنات کی زیبائیاں اور تمام عالم کی حسن آرائیاں ہیں۔ لولاک لما کی خلعت اسی وجود مقدس پر راس آئی۔ خاتم النبیین کا لقب اسی ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ قرآن حکیم اسی ذات مطہر پر اتارا گیا۔ یہی بستی نزول قرآن کی جگہ ہے۔ فرشتوں کا نزول یہیں ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آوازوں کا حاصل یہی مقام ہے۔ اسی روضہ اطہر پر نثار کرنے کے لئے صبا درود و سلام کے پھول دنیا کے گوشے گوشے سے لاتی ہے۔

کون سی زبان ہے جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا نہیں۔ کون سا دل ہے۔ جس کی دھڑکن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ظہور نہ ہو۔

اے رحمۃ للعالمین! صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر لاکھوں درود وسلام۔ اے محبوب کائنات! صلی اللہ علیہ وسلم اس عاصی اور خاطی کا سلام عجز قبول فرمایئے۔

میں انہی خیالات میں گم تھا کہ بس سے سامان اتارا گیا۔ قیام گاہ پر سامان رکھا، غسل کیا، کپڑے بدلے خوشبو لگائی، باطن کی صفائی میسر نہیں کہ روضہ اقدس کی حاضری کے قابل ہو سکوں مگر یہ ظاہری پاکیزگی تو اپنے بس کی بات ہے۔ مگر ہمارا ظاہر بھی اس قابل کہاں ہے کہ دربار میں حاضر ہو سکے۔ گھر سے نکلے، درود شریف ورد زبان تھا۔ قدم رک رک کر پڑ رہا تھا۔ ادب دامن گیر تھا، شوق مہمیز لگا رہا تھا، سوز دل کی لو تیز ہو گئی۔ درد جاں سوا ہو گیا۔ رہ رہ کر خیال آرہا تھا کہ خطاؤں سے آلودہ گناہوں میں ملوث ایک عاصی کو یہ معراج کیسے نصیب ہو رہی ہے۔ یہ انعام، یہ اکرام اس کریم کے دروازے سے ملے ہیں کہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پناہ کی حاضری کا شرف مل رہا ہے۔ یا اللہ کس زبان سے تیرے احسانات وانعامات کا ذکر کروں، کون سے الفاظ تلاش کروں جو اس کرم بے پناہ کے شکریے کے قابل ہوں...... دل نے ندا دی کہ خاموشی بھی تو دعا ہے۔ حیرت بھی تو شکر کی صورت ہے۔ آنسو بھی تو جذبہ تشکر کا حسین اظہار ہیں۔ الفاظ تو جذبے کو محدود کر دیتے ہیں۔ ان کے معانی دائرے سے باہر نہیں نکل سکتے مگر حیرت وشوق کی وسعت لامحدود ہے۔ آنسوؤں کی روانی بھی تو جذبہ شوق کی فراوانی ہے 'یہ بھی تو ثناء کا انداز ہے' حمد کی آئینہ دار ہے۔ کرم پر شکر کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے۔ وہ وانسان کے ارادوں کا محرم ہے، وہ عالم الغیب ہے۔

آخر سعادت و برکت کی معراج، شرف زیارت کی گھڑی آگئی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہر بار کے مینار راستے ہی سے نظر آنے لگے۔ شوق وحیرت نے زبان گنگ کر دی۔ سوچ کے دھارے خشک ہو گئے...... یہاں آدمی پیکر حیرت بن کر رہ جاتا ہے، فکر عاجز ہو جاتا ہے۔

یہ وہ رستہ ہے کہ حیرت بھی عبادت ہے یہاں
منزل عشق و وفا میں ہے خموشی بھی سخن

اس دربار کے سب فقیر ہیں، سب بھکاری ہیں، امیر کو امارات کا، شہنشاہ کو شہنشاہیت کا، آقا کو آقائی کا تصور بھی مٹ جاتا ہے۔ سب جھولیاں پھیلائے آتے ہیں، سب فقیرانہ صدا دیتے ہیں۔ یہاں نسل کا امتیاز نہیں، کالے گورے کی تفریق نہیں، سرکار رحمت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب یکساں ہیں۔ اپنی امت کا ایک ایک فرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن شفقت نے تمام انسانوں کو امن وراحت کا مژدہ سنایا۔ وہ سب کے شفیع، سب کے ہادی، سب کے لئے رحمت ہیں۔

اے خوشا صل علیٰ منزل طیبہ کا سفر
یہ وہ رستہ ہے کہ فردوس سے جا ملتا ہے

ہم فردوس میں داخل ہو چکے تھے۔ حرم پاک میں گنہ گار حاضر تھا۔ حرم نبوی (الشریف) میں داخل ہوتے ہی خوشبو کا ایک تیز جھونکا آیا، جس سے سارا جسم معطر ہو گیا۔ یہ مقدس جگہ کائنات کے جمال کا مرکز ہے۔ خانہ کعبہ کے بعد کونین میں اس سے افضل جگہ نہیں۔ اس کی عظمت ابدی ہے، اس کا جمال سرمدی ہے۔ ہم سر جھکائے نظریں قدموں پر جمائے دھڑکتے دل اور اشک بار آنکھوں سے لرزاں لرزاں، خود میں سمٹتے ہوئے دوبارہ آقائے نامدار، فخر موجودات، سید الانبیاء، خاتم النبیین، خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مواجہہ شریف پر حاضر

ختم نبوۃ

ہو گئے۔ ہونٹوں پر درود و سلام کے نغمے، آنکھیں حیرت کی تصویر اور دل کی ہر دھڑکن شکر و سپاس کا نغمہ تھی۔ سر جھکا کر ندامت کے پسینے میں شرابور، گناہوں کے احساس سے شرمندہ، ماضی کی زندگی پر پشیمان ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام پیش کیا۔ اس سرفرازی کے احساس نے عجیب کیفیت پیدا کردی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دے رہے ہیں۔ اس جسم خاطی پر، اس عاصی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمتیں بھیج رہے ہیں، اللہ تعالیٰ رحمتوں کا نزول فرما رہا ہے۔ فرشتوں نے رحمت کی چادر تان دی، سلام شوق کونین پر محیط ہو گیا۔ اس کی برکات سے زمین و آسمان کا خلا بھر گیا۔ اس حاضری سے سعادت دارین نصیب ہو گئی۔

یہی وہ مقام ادب ہے جس کے لئے عزت بخاری نے کہا تھا۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

یہی وہ روضہ اطہر ہے، جس پر ستر ہزار فرشتوں کا نزول طلوع آفتاب کے وقت ہوتا ہے۔ ستر ہزار ملائکہ غروب آفتاب کے وقت حاضری دیتے ہیں۔ ملائکہ کو یہ سعادت صرف ایک بار نصیب ہوتی ہے۔ قیامت تک دوسری بار روضہ اقدس پر حاضری کا شرف نصیب ہوگا۔ یہ انسان پر خداوند کریم کا بے پناہ کرم ہے کہ ہر روز اس مرکز نور اور چشمہ فیض سے جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرما ہیں، سیراب ہو سکتا ہے۔ یہ کرم خاص صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہی کا مقدر ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام، جس کے دیدار کے متمنی اور مبشر رہے۔

اس بارگہ قدس کی کیا بات ہے حافظ
دیتے ہیں فرشتے بھی جہاں آکے سلامی

یہی وہ دربار ہے جس کی سخاوت کائنات پر محیط ہے......

یہی وہ چشمہ نور ہے، جس کے جلوؤں سے سارا جہاں روشن ہے......

یہی وہ مہر نبوت ہے جس کی کرنوں سے دنیا کے ظلمت کدے منور ہوئے......

یہی آستانہ ہے جو دلوں کو سرور، نگاہوں کو کیفیت حضوری بخشتا ہے......

یہی وہ در ہے جہاں منگتوں کی جھولیاں بھری جاتی ہیں......

یہی وہ مقام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے مشرف ہے......

یہی وہ جگہ ہے جو عرش و کرسی سے افضل ہے......

حاضری سے پہلے آنسوؤں اور دھڑکنوں نے قلب و نظر کو تربیت کردی تھی۔ حاضری سے پہلے ہی ادب و احترام کے احساس نے شعر کا روپ اختیار کر لیا تھا۔

اے زائر درگاہ نبی جائے ادب ہے
آئے نہ ترے دل دھڑکنے کی صدا بھی

اے زائرین دربار رسالت! تم کائنات کے منتخب اور خوش قسمت افراد کے زمرے میں شامل ہو گئے ہو۔ خوش بختی نے تمہارے قدم چوم لئے...... بارگاہ قدس میں پہنچ گئے، جلوہ گاہ ناز میں آگئے، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آستانے پر حاضر ہو، برکتوں کے آستانے اور سعادتوں کے خزانے پر کھڑے ہو۔ امن و سلامتی کا سرچشمہ تمہارے سامنے ہے۔ راحت و آرام کی فضاؤں نے تمہیں گھیر لیا ہے۔ سب کلفتیں مٹ گئیں۔ دل کی سب تاریکیاں دور ہو گئیں۔ گل امید سے مہک رہا ہے۔

بھیجو درود سید خیر الانام پر
وجہ نزول رحمت یزداں ہے ان کی یاد

یہ بارگاہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص بلاوا ہے۔ یہ سفر مبارک خاص منظوری کی دلیل ہے۔ اے خوش قسمت انسانو! دامن پھیلائے رکھو، صدا لگاتے رہو۔ خیرات بٹ رہی ہے، نعمتیں جھولیوں میں ڈالی جا رہی ہیں۔

روضہ اقدس کے دائرہ رحمت و برکت میں تین نفوس قدسیہ آرام فرما ہیں۔ جالیوں کے دائروں سے کپڑے پر کاڑھے ہوئے الفاظ پڑھے جا سکتے ہیں، جن سے قبور مبارک کا تعین ہوتا ہے۔ سب سے پہلے زائر قدمین شریفین کی طرف دو نفل ادا کرتا ہے۔ پھر خاموش آنکھیں زمین میں گاڑے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت طلب کرتا ہے۔ پھر مواجہہ شریف کی طرف آہستہ آہستہ انتہائی ادب و احترام سے قدم رکھتا ہوا پہنچتا ہے۔

یہ مقام جذب و مستی، حیرت و استعجاب، وارفتگی و شیفتگی کا آخری مقام ہے۔ ہر آدمی اپنی قسمت پر نازاں، اپنی حاضری پر حیراں، اپنے گناہوں پر پشیماں نظر آتا ہے۔ اس مقام رقت و سوز پر عربی و عجمی، عالم و جاہل، ادنیٰ و اعلیٰ، خاطی و پاکباز، حاکم و محکوم، سب بادیدۂ تر سلام نیاز پیش کرتے ہیں۔ نظریں ہیں کہ اٹھ نہیں سکتیں۔

ان کے دربار مقدس میں نظر کیا اٹھتی
دل میں اک کیف مسلسل کو مگر دیکھا ہے

سانس سینے میں دب کر رہ جاتا ہے۔ شوق، جالی مبارک کی زیارت کے لئے بے تاب ہے۔ لب، جالی مبارک کو چومنے کے لئے مضطرب ہیں کہ اس کو دائرہ رحمت کے گرد ہونے کا شرف ہے

ختم نبوة

مگر خدام روضہ اطہر، ادب کے دائرے میں رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہاں عشق کو واقعی پابند آداب رہنا چاہئے۔ یہاں جنون کو ہوش کا سبق ملتا ہے۔

وہ مقام ادب ہے ترا حرم
عقل رہتی ہے پاسدار جنون

یہ آرام گاہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ سلام پیش کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں۔

محو ثنا ہوں گنبد خضریٰ نظر میں ہے
ہر لحظہ ذوق و شوق کی دنیا نظر میں ہے

یہ نعت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضریٰ کو دیکھ کر کہی تھی۔ کنکریوں والے پہلے احاطے میں اگر بیٹھا جائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس وانور کا سبز گنبد بھاری عمارت پر نور کی کرنیں بدساتا نظر آتا ہے۔ سبز گنبد کے عقب میں مینارہ نور ہے۔ یہ گنبد خضریٰ ہے، جس پر صبح شام ستر ہزار فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ جو فرشتے صبح کو حاضری دیتے ہیں، قیامت تک انہیں دوبارہ حاضری کا شرف نصیب نہ ہوگا۔ اسی طرح شام کو حاضر ہونے والے بھی دوبارہ حاضری سے مشرف نہ ہوسکیں گے۔ یہ انسان کو شرف حاصل ہے کہ اگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہو تو بار بار حاضری نصیب ہو۔ یہی گنبد خضریٰ ہے جس کی یاد، دلوں کے آبگینوں میں آنسو بن کر چھلکتی ہے۔ یہی گنبد مبارک ایک عالم کی تمناؤں کا مرکز، ذوق و شوق کا آئینہ اور بیتابی و اضطراب کا مظہر ہے۔ اسی گنبد خضریٰ کی حسرت دید میں شعرائے عرب و عجم نے دلوں کے ولولوں، روحوں کے اشتیاق کی ترجمانی کی ہے۔ ان کے فکر کی بلندی اور تخیل کی پرواز نے اسے ہزار انداز سے بیان کیا ہے اور اس جلوۂ محبوبی کو فکر کے حسین پیرائے میں ایسا سجایا کہ پڑھنے والا عالم خیال میں روضہ اطہر پر حاضری کا لطف لینے لگتا ہے۔ اس کے ذکر سے کیسی کیسی تمناؤں کے نہاں خانے میں حسرت بن کر پھیل جاتی ہے۔ کتنے آنسو دعا کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ انسان اشکبار آنکھوں سے گنبد خضریٰ کی دید اور روضہ اطہر کی حاضری کی دعائیں کرتا ہے۔ مشتاقان دید گھنٹوں بیٹھے اس پیکر نور و تجلی کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اس گنبد خضریٰ کی عظمت، اس کی لازوال شان، اس سے بے پناہ محبت کا سرچشمہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس ہے کہ وہ جسد نورانی، پیکر محبوبی اور فیض سرمدی اس کے نیچے آرام فرما ہے۔

یہی وہ روضہ اقدس کا سبز گنبد ہے، جس پر خود خداوند کریم، اس کے ملائکہ اور ان گنت ذی روح، روز و شب درود و سلام کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ باد صبا کے جھونکے دنیا کے گوشے گوشے سے آنسوؤں کی شبنم میں بھیگے ہوئے خلوص و محبت کے سلام نثار کرتے رہتے ہیں۔

مقربین بارگاہ اس نظارے کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ وہ جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو جو فرش سے عرش تک جلوہ ریز ہے۔ مشاہدہ کرتے ہیں۔ میں تو اس گنبد محبوبی کو دیکھ کر اکا ہوں کی تشنگی بجھاتا ہوں اور حتی المقدور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام پڑھتا ہوں کیونکہ یہی ایک ایسی عبادت ہے، جس کی قبولیت میں شک نہیں۔ یہ بھی جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم ہے کہ ہم جیسے گنہگاروں اور خطاکاروں کے لئے بخشش و نجات کے کیا کیا وسیلے پیدا کردیئے، ورنہ وہ محبوب باری تعالیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے خطاکاروں کی مدح کے محتاج نہیں۔

جب مسجد نبوی میں حاضری ہوتی ہے تو پاکان بارگاہ کے جسم، احساس ندامت سے شرابور ہو جاتے ہیں۔ یہ اس دربار کی حاضری ہے، جہاں دنیا کے شہنشاہ لرزتے کانپتے اور اشک بداماں حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے مسجد میں قدم رکھتے ہی سراپا عجز و انکسار، سرتاپا خلوص و نیاز بن جاتے ہیں۔ سنبھل سنبھل کر ادب سے قدم رکھتے ہیں۔ رکتے رکتے، لرزتے لرزتے آگے بڑھتے ہیں۔ دور سے روضہ اطہر کو دیکھ کر ہاتھ باندھ کر غلامانہ انداز میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سلام پیش کرتے ہیں۔ بہت سے ایسے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جن کی نگاہیں فرش پر جمی رہتی ہیں۔ کئی کئی دن تک انہیں گنبد خضراء کو نظر بھر کر دیکھنے کی جرات نہیں ہوتی۔ ان کے دل حضوری میں جھکے ہوئے، ان کی آنکھیں ندامت کے آنسوؤں سے لبریز رہتی ہیں۔ تسبیح و تہلیل اور درود و سلام کی کثرت کے بعد گنبد خضریٰ کی جھلک دیکھتے ہیں، جس سے تسکین دل مضطر ہوتی ہے...... پھر ڈرتے ڈرتے دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں۔ بدن کا رنگ احترام سے زرد پڑ جاتا ہے۔ رواں رواں دربار مصطفوی کی عظمت سے کانپنے لگتا ہے۔ دعا کے وقت ہونٹ تھرتھرانے لگتے ہیں، سر جھکا کر، ہاتھ باندھ کر درود و سلام بحضور سید خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کرتے ہیں۔ پھر الٹے پاؤں لوٹتے ہیں، قدمین شریفین پر شکرانے کے نفل ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عظمیٰ عطا فرمائی...... اللہ تعالیٰ ہر زائر کی حاضری قبول فرمائے۔ (آمین)

زندگی میں ہزار روح فرسا واقعات رونما ہوتے ہیں۔ زندگی مصائب و آلام کی ایک نہ ختم ہونے والی کہانی ہے۔ یہاں ہر لمحہ پریشانی، ہر لحظہ

دکھ اور ہر قدم پر ابتلا کا سامنا ہے۔ بڑی سے بڑی مصیبت، کٹھن سے کٹھن منزل، جاں لیوا حادثات پیش آتے ہیں...... گزر جاتے ہیں۔ کچھ دن ان تکالیف و حوادث کے نقوش یادوں کے اوراق پر چمکتے ہیں پھر اشتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ مدھم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کا ہلکا سا پرتو بھی یادوں کی بساط پر باقی نہیں رہتا۔ جگر پاروں کی موت، دوستوں سے مفارقت، عزیزوں سے جدائی، عسرت و افلاس، ناداری و تنگ دستی...... سبھی کچھ انسان دیکھتا ہے اور دن گزرتے چلے جاتے ہیں۔ مشکلیں ٹلتی جاتی ہیں، وقت کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ انسان سب کچھ سہنے کا عادی ہو جاتا ہے...... بہار کے بعد خزاں آتی ہے۔ پرانے پتے جھڑ جاتے ہیں، اوراق گل پریشان ہو کر بکھر جاتے ہیں۔ رنگارنگ پھولوں سے لدی ہوئی شاخیں برہنہ ہو جاتی ہیں۔ شاداب گلزار، دہکتے ہوئے مرغزار، بے ثمر شاخوں اور بے روح زندگی کا منظر پیش کرتے ہیں۔ درختوں کے پتے، جو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ اپنی راگنی چھیڑتے تھے، زمین کا رزق بن جاتے ہیں۔ یہ روز کا تجربہ، زندگی کے مختلف روپ، وقت کی تصویریں ہیں جو روز و شب انسان دیکھتا ہے...... دیکھتا ہے گزر جاتا ہے۔

آنکھ ہر حادثے، ہر غم پر اشک بہاتی ہے، چہرے وقتی طور پر مرجھاتے ہیں، دل چند روز تک پریشان رہتے ہیں مگر زندگی پھر دنیا کے ہنگاموں میں گم ہو جاتی ہے۔ ہر حادثہ ماضی کا حصہ، ہر پریشانی نسیان کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ پاک سے جدائی ایک ایسا المناک حادثہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی حادثہ میں نے زندگی میں نہیں دیکھا۔ اس سے بڑھ کر غم کا کوئی لمحہ انسانی زندگی میں آہی نہیں سکتا۔ عمر بھر کی تمناؤں، التجاؤں اور دعاؤں کے مرکز سے جدائی ہو رہی تھی۔ جدائی اور مفارقت کی لکیر جو وقتی طور پر ذہن کے افق سے محو ہو گئی تھی، پھر نمودار ہونے کو تھی...... آنکھ کا چشمہ خشک نہ ہوتا تھا، آخری سلام کے لئے جس دھڑکتے دل اور برستی ہوئی آنکھوں سے حاضری نصیب ہوئی تھی، قلم اس کیفیت کو رقم نہیں کر سکتا، احساسات کی دنیا لفظ و بیان سے ماورا ہے۔ کس کس طرح نگاہ نے ایک ایک منظر کو دیکھا، حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے در و بام کو چوما، ہر نگاہ حسرت کا مرقع بن کر رہ گئی۔ ان بام و در کو خدا جانے پھر کب دیکھنے کی سعادت ملے...... ان بیتاب آنکھوں کو نجانے پھر کب جلوۂ حرم کی زیارت میسر آئے۔ احرام باندھ کر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ اقدس پر آخری سلام کے لئے حاضر ہوا۔ قدم قدم پر رخصت کی ساعت کا دھیان تھا، لمحہ لمحہ جدائی کا سماں سامنے تھا...... گھر سے حرم پاک تک کا راستہ کس طرح طے ہوا، نہ ہوش کو اس کا علم تھا نہ نگاہ کو اس کی خبر۔ حرم پاک کے دروازے سے گزرا، تحیۃ الحرم کے نفل ادا کئے...... دور سے گنبد خضریٰ پر نظر پڑی، آنکھوں سے سیلاب امڈ آیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر کا منظر امڈتے ہوئے آنسوؤں میں جھلملایا۔ آنسوؤں کی دھاریں دامن کا زاد راہ بن گئیں۔ وہیں بیٹھ گیا حسرت سے اس مرکز نور و مصدر فیض کو تکتا رہا۔ عمر کے پچپن سال بعد اس جلوہ گاہ ناز کی حاضری نصیب ہوئی تھی...... سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ عالیہ کی خاک پاک کو اٹھا کر آنکھوں پر لگایا۔ بصارت چشم اور بصیرت قلب اسی خاک میں پنہاں تھی۔

زمین مقدس پر نگاہیں جمائے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا روضہ اطہر کی جانب چلا۔ قدمین شریفین میں دو نفل ادا کئے۔ سوچ کے سوتے خشک ہو گئے تھے۔ فکر کے دھارے منجمد ہو گئے تھے۔ قدمین شریفین پر نفل ادا کر کے مواجہ شریف کا رخ کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر کی جالی مبارک کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آخری صدا تھی۔ یہ دربار مقدس میں حاضری کا آخری سلام تھا۔ دامان نظر کی آخری کیفیت تھی۔ یہ اشک فشانی کا آخری موقع تھا۔ یہ گناہوں، لغزشوں اور خطاؤں سے معافی کی آخری دعا تھی۔ روح و دل کی سیرابی کے لئے مصدر فیوض و برکات میں قیام کی آخری زیارت تھی۔ یہ مدینہ منورہ، شہر رحمت پناہ میں اقامت کی آخری حاضری تھی۔ یہ زندگی کے ایسے روح فرسا لمحات تھے، جہاں الفاظ کے پیکر بے روح ہو کر رہ جاتے ہیں، جہاں کانپتے ہونٹوں کی دعائیں سنی جاتی ہیں، جہاں روح کی پکار کو باریابی ہے، جہاں ہر نظر سوالی ہے...

یہاں خاموشی صدا ہے، حیرت عبادت ہے، لکنت کو نوازا جاتا ہے...... نظر اٹھتی نہ تھی، اشک بہہ رہے تھے، دل دھڑک رہا تھا، اس مقام رقت و رحمت پر کون ضبط گریہ کر سکتا ہے۔ یہاں جابر سلاطین، ظالم حکمران، خاک بسر اور باچشم تر آتے ہیں۔ سامنے کھڑے سپاہی سے یہ کیفیت دیکھی نہ گئی تو اس نے رخ دوسری طرف کر لیا۔ میں جالی مبارک کے قریب تر ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ہوش کی کرن چمکی، مگر الفاظ ہونٹوں میں دب کر رہ گئے۔

☆☆..................☆☆

ختم نبوۃ

وحدت اُمّت کے خلاف قادیانیت کا ارتدادی کردار

تحریر: ابوالسیف عتیق الرحمٰن
مراسلہ: محمد متین خالد

آہ! کس قدر تعجب انگیز اور صداقت سوز ہے یہ المناک حادثہ کہ آج ملک عزیز پاکستان میں باغیان ختم نبوت اور غداران ملک و ملت، بڑے بڑے جلیل و ممتاز کلیدی عہدہ جات پر نہ صرف براجمان ہی ہیں بلکہ سرکاری اثر و رعب کی آڑ میں نبوت باطلہ کی نشر و اشاعت اور تبلیغ ارتداد بھی ساتھ کر رہے ہیں، ایک سابق مبلغ قادیانیت کی قادیانیت سے توبہ اور حقائق سے نقاب کشائی ـ زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن (مدیر)

اسلامیان پاکستان یہ حقیقت کبریٰ جزو ایمان بنالیں کہ عظمت اسلام اور سطوت خداداد پاکستان کا تحفظ و دوام اور بقاء و استحکام، لاریب، وحدت و مرکزیت اور اتحاد و جمعیت پر ہی مبنی و موقوف ہے۔ پس جو فرقہ اس ملی "بنیان مرصوص" کے خلاف شگاف انداز قدم اٹھائے گا، یقیناً وہ غدار ملک و ملت اور باغی اسلام ہے۔ خواہ مغربی امپریل ازم یعنی برطانوی سامراج کی معنوی اولاد اور خود کاشتہ نبوت ہی کیوں نہ ہو۔ بقول نباض مشرق نقاش پاکستان "۔

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ انگریز ملعون نے اسلام مقدس سے صلیبی جنگوں کا انتقام لینے کے لیے، علاوہ دیگر اسلام کش حربوں کے اپنی ان مخصوص اغراض و مصالح کی بنا پر، سرزمین پنجاب سے نبوت باطلہ کو بھی کھڑا کیا، تاکہ اس اختلاف و تفریق سے ملت اسلامیہ کی اساس و بنیاد اور نظم و اتحاد پاش پاش ہو کر رہ جائے۔ بقول ترجمان حقیقت۔

تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

تاریخ اسلام، کی ارتداد سوز روشنی میں یقین کامل تھا کہ قیام پاکستان کے بعد برطانیہ کا یہ مبعوث کردہ قادیانی فتنہ ختم ہو جائے گا، لیکن کس قدر دلخراش ہے یہ حقیقت کہ آج جب کہ مسلمانان پاکستان ملکی مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں اور ان کی تمام تر توجہات کا مرکز، دفاع پاکستان کی جانب منعطف ہے، قادیانی امت نہایت شاطرانہ طریق پر اپنی مخصوص تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہے اور امت محمدیہ کو نبوت حقہ سے منحرف بنا کر، نبوت باطلہ کی طرف دعوت دے رہی ہے۔ دراصل قادیانی مرتد، غلط فہمی اور فریب نفس میں مبتلا ہیں۔ چونکہ ہماری چشم پوشی یا خموشی محض نزاکت حالات کے تحت تھی، ورنہ قادیانی امت کی اس طائفہ بندی، خلافت سازی اور منصوبہ سازی کے پردہ میں جو تخریب وطن، اسلام کش اور باغیانہ مقاصد کار فرما ہیں، ہم ان سے خیرہ چشم ہیں۔

حضرات! یہ کوئی افسانہ سرائی نہیں بلکہ آئینہ حقیقت ہے کہ قادیانی تحریک سولہ آنے، پر خطر سیاسی اور پولیٹیکل تحریک ہے۔ اجرائے نبوت، وفات مسیح، صداقت مرزا وغیرہ پر اہل اسلام سے چھیڑ چھاڑ اور مناظرہ بازی محض ایک ڈھونگ اور قادیانی امت کی دجالیت ہے۔ مقصود دراصل دجاجلہ سابقہ کی طرح لباس مذہب میں سیاسی تفوق اور ریاست سازی کی ہوس جوش زن ہے اور یہ الحاد آمیز مسائل محض اس لیے گھڑے گئے تاکہ اہل اسلام حصول مقصد تک ان مسائل میں الجھے رہیں۔ بقول شخصے۔

جی چاہتا ہے چھیڑ کے ہوں ان سے ہمکلام
کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں

ارباب حکومت بگوش ہوش سن لیں کہ قادیانی امت کے ان باغیانہ عزائم کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے قلوب میں غیر معمولی تشویش و اضطراب ہے۔ لہٰذا حکومت اسلامیہ پاکستان کا ملکی و ملی فرض ہے کہ وہ اس ارتدادی فتنہ کو قیامت بننے سے پیشتر ہی قوت حاکمہ کے ذریعہ ختم کر دے۔ ورنہ مسامحت اور چشم پوشی کی صورت میں اس کے اثرات و نتائج ملک و ملت کے لیے یقیناً خطرناک ثابت ہوں گے۔

سر فتنہ باید گرفتن بہ میل
چوں پر شد نشاید گزشتن بہ پیل

آہ! کس قدر تعجب انگیز اور صداقت سوز ہے، یہ المناک حادثہ کہ آج سلطنت اسلامیہ میں باغیان ختم نبوت اور غداران ملک و ملت، بڑے بڑے جلیل و ممتاز کلیدی عہدہ جات پر نہ صرف براجمان ہی ہیں بلکہ سرکاری اثر و رعب کی آڑ میں نبوت باطلہ کی نشر و اشاعت اور تبلیغ ارتداد بھی ساتھ کر رہے ہیں۔ افسوس۔

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

حالانکہ ملت بیضا کی تاریخ مقدس اس امر پر شاہد ہے کہ کسی مملکت اسلامیہ میں کوئی مدعی کذاب اپنی نبوت کاذبہ کو فروغ نہیں دے سکا۔ مگر آج۔

ایں رسم و راہ تازہ حرمان عہد ماست
عنقا بہ روزگار کسے نامہ بر نبود

خداوندان حکومت یہ امر واقع ہے کہ قادیانی امت کی روز روشن میں ایمان ربا و اسلام کش تخریبی سرگرمیاں اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صادقہ کے مقابلہ میں نبوت باطلہ کی شورش و یورش دیکھ کر ملت اسلامیہ کا پیمانہ صبر اور ساغر ضبط ایک مواج سمندر کی طرح چھلک رہا ہے اور ملت نہایت بے تابی سے اپنی اسلامی حکومت کی طرف دیکھ رہی ہے۔ چونکہ مسلمان خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت و رسالت کی توہین و تنقیص سر مو بھی

برداشت نہیں کرسکتا۔ مسلمان کا یہ ایمان ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

لیکن آئین و قانون کی باطل پروری اور ارتداد نوازی ملاحظہ ہو کہ ملت اسلامیہ جب محض ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر جذبہ عقیدت کے ماتحت قادیانی مرتدین کے جارحانہ اقدام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتی ہے' یا ان باغیان نبوت کی ریشہ دوانیوں کی روک تھام کے لیے کوئی مدافعانہ قدم اٹھاتی ہے' تو عذرات لنگ کی آڑ لے کر ملت پر ستم آفرین اور سنگین سختیاں روا رکھی جاتی ہیں اور نبوت باطلہ جو دراصل فتنہ وفساد اور غدر وبغاوت کا منبع وسرچشمہ ہے' اس کی صحیفہ آسمانی کی طرح پاسبانی وحفاظت کی جاتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں خون انصاف۔

میری نگاہ شوق پر اس درجہ سختیاں
ان کی نگاہ شوخ پر کچھ بھی سزا نہیں

اے ارباب اقتدار! خداوند عالم آپ کو فراست صدیقیؓ اور شجاعت حیدریہؓ عطا کرے۔ تاکہ آپ قادیانی فتنہ کے نقوش باطلہ کو جلد ترمٹاسکیں' چونکہ جہاں آپ امور سلطنت کے ناظم ہیں' وہاں آپ کو ناظم دین ہونا بھی ضروری ہے۔ حصول پاکستان کا مقصد وحید لاریب' دین محمد ﷺ اور ناموس احمد ﷺ کا تحفظ تھا اور خدا! آج اسی تحفظ ہی میں' قیادت عظمیٰ' جوہر لیاقت' حیات سرمدی اور نجات دائمی مضمر ہے۔ پس آپ کو آج شبیرؓ وصدیقؓ کے نقش قدم پر گامزن ہو کر رگ باطل کے لیے نشتر صداقت اور شہاب ثاقب ہونا چاہیے۔ خدا!! اگر آپ بدل وجان' آقائے دوجہاں' سرور کون ومکاں ﷺ' خاتم الانبیاء' محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلام بن جائیں تو حکومت دنیا چیز ہی کیا ہے۔ غلام محمد ﷺ سے تو قسام ازل کا یہ عہد وپیمان ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اے غلامان محمد ﷺ! یقین جانیے کہ یہ خطہ پاک منعم حقیقی کی جانب سے بطور انعام بطفیل نام محمد ﷺ ہی ملا ہے۔ اگر ہمیں نام محمد ﷺ اور باب ختم نبوت کا تحفظ نہیں تو انتقام قدرت کی قہربار اور غضب آلود برق آسمانی سے یہ سب کھیل ختم' انجام کار' کفران نعمت کی یہی سزا ہے۔۔۔۔ ہائے ۔۔۔۔ وہ دیکھو دم بریدہ سگان برطانیہ' روز روشن میں محبوب ﷺ خدا' سردار ﷺ دوسرا' مکین ﷺ گنبد خضرا' صاحب شفاعت وکبریٰ ﷺ' خاتم الانبیاء علیہم السلام کی نبوت حقہ پر کس طرح حملہ کر رہے ہیں اور غلامان محمد ﷺ' توہین نبوت کا خموشی سے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ سوال ہے؟ کہ ایسا کیوں۔

یہ دین سے بیزاری آقا ﷺ سے بغاوت کیوں
دعوائے نبوت ہو' خاموش حکومت کیوں

اے اراکین حکومت! آپ نور فراست اور چشم بصیرت سے تاریخ اسلامیہ کا مطالعہ فرمائیں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ مسیلمہ کذاب سے لے کر قادیانی دجال تک' جس قدر بھی مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر جھوٹی نبوت ورسالت' مسیحیت ومہدویت وغیرہ کے مدعیان کذاب ودجال' ضال ومضل' فتان ومفسد اور زندیق ومرتد پیدا ہوئے ہیں۔ ان سے مسلمانان عالم کو کس قدر ملکی وملی نقصان پہنچا ہے۔

دور نہ جائیے' فتنہ بہائیت کو ہی دیکھ لیجئے' جس نے آج سے قریباً ایک صدی قبل سرزمین ایران میں دعوائے رسالت' مسیحیت اور مہدویت کی آڑ میں خوفناک طریق پر ایک فتنہ عظیم برپا کیا تھا' جس کا بالآخر ایران کی حکومت نے بزور شمشیر قلع قمع کیا اور باقی ماندہ اس فرقہ کے افراد بمشکل روپوشی غیر ممالک میں بھاگ گئے۔

دراصل "اختتام نبوت حقہ" کے بعد اس قسم کی تمام نبوت خیز اور تقدس آمیز تحریکوں کا مقصد وحید' اپنا سیاسی تفوق وعروج اور عالم اسلام کی قومی وملی شان وحدت کا تنزل وخروج ہوتا ہے۔ اگر خدانخواستہ بروقت ان تحریکات باطلہ کا انسداد نہ کیا جائے تو بعد میں بغاوت تمام اور قیامت آرا نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ مفکر اسلام علامہ اقبالؒ تاریخ اسلام کا ایک ورق پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"جب ہم اس زمانے کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو یہ کم وبیش ایک سیاسی بے چینی کا زمانہ نظر آتا ہے۔ آٹھویں صدی کے نصف آخر میں اس سیاسی انقلاب کے باوجود جس نے سلطنت امیہ (۷۴۹ء) کو الٹ دیا تھا اور بھی واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں' جیسے زنادقہ' ایرانی ملحدین کی بغاوت وغیرہ۔ خراسان کا نقاب پوش پیغمبر۔ ان لوگوں نے عوام کی زود اعتقادی سے فائدہ اٹھا کر اپنے سیاسی منصوبوں کو مذہبی تصورات کے بھیس میں پیش کیا۔"

("فلسفہ عجم" صفحہ ۱۳)

پس سابقہ سلاطین اسلام کی طرح "تحفظ ختم نبوت" اور بقائے پاکستان کے لیے' قادیانی فتنہ کا بھی کلی استیصال کرنا اور مرکزی کابینہ اور حکومت کی مشنری سے ان غداران ازلی کا اخراج از بس لازمی اور ضروری ہے اور اپنی غفلت شعار حکومت کو ہمارا یہی آخری مخلصانہ مشورہ ہے۔ ورنہ بصورت چشم پوشی۔

نئے گل کھلیں گے تری انجمن میں
اگر رنگ یاراں محفل یہی ہے

پھر کس قدر مقام عبرت ہے کہ ہمارے اراکین' حکومت کی قادیانی فتنہ سے غیر مدبرانہ چشم پوشی دیکھ کر' امت مرزائیہ اور اس کے زرخرید وضمیر فروش ایجنٹ' عوام کو فریب دینے کے لیے منافقانہ نقاب میں طول طویل اتحاد نما مضامین ومقالات لکھ رہے ہیں کہ صاحب' ازروئے سیاست اس دور جمہوریت میں فراخدلی'

ختم نبوۃ

اتحاد اور رواداری کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا فرقہ احمدیہ بھی اعضائے ملت کا آخر ایک عضو ہے۔ وغیرہ ذالك من النفاق مراد یہ ہے کہ تبلیغ ارتداد کی مدافعت نہ کرو اور نبوت باطلہ پر ایمان لے آؤ۔۔۔۔۔۔۔ حالانکہ رواداری اسلام کا صحیح مفہوم صرف یہ ہے کہ حدود شرعیہ معینہ کے اندر غیر مسلموں اور ذمی کافروں کے ساتھ رواداری رکھو اور ان کے جائز حقوق کی حفاظت و نگہداشت کرو لیکن مرتدین اور مدعیان نبوت باطلہ کے متعلق قانون اسلام میں مطلقاً کوئی رواداری اور رعایت نہیں ہے اور نہ ہی مسیلمہ کذاب سے لے کر بہاء اللہ ایرانی تک، تاریخ اسلام میں ایسی خانہ ساز رواداری کی کوئی نظیر و مثال ملتی ہے۔۔۔۔۔ میں قادیانی امت یا منافقین ملت سے نہیں بلکہ مدبرین حکومت اور مخلصین مملکت سے ایک تلخ نوا لیکن مبنی بر حقیقت سوال کرتا ہوں کہ کیا عدل و انصاف اور رواداری اسی چیز کا نام ہے کہ۔۔۔۔ بغیر اثبات جرم قومی خدمت گاروں اور شمع آزادی و حریت کے پروانوں کو نہایت ظالمانہ طریق پر قید و بند میں محبوس رکھا جائے؟ غداران ملک و ملت اور باغیان ختم نبوت کو آزاد چھوڑا جائے؟! افسوس۔

آزاد ہو بے دینی اللہ کی حکومت میں
حق گوئی و بے باکی محبوس سلاسل ہو

قادیانی امت سے ارتداد سوز خطاب:

وفا غرض ہے، محبت ہوس، خلوص نفاق
ہر ایک چیز نرالی ہے تیرے ایماں کی

اے پرستاران نبوت باطلہ! کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ تقسیم ملک کی وجہ سے تمہاری پوزیشن ازحد زوال پذیر و متزلزل ہو چکی تھی اور تم انقلاب تقسیم کے باعث سخت مذبذب و ہراساں تھے کہ اب جائے پناہ کہاں تلاش کریں۔ حتیٰ کہ اس وقت ان کذاب مرزا محمود نے عالم اضطراب میں ایک بیان دیا جو کہ تمہارے مذہبی ارتداد اور نفاق آمیز ذہنیت کا مکمل آئینہ دار ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"دنیا میں ہر شخص کے لیے آزادی ہے۔ سوائے ہمارے، مسلمانوں کے لیے قبلہ ہے اور ہندوؤں کے بھی تیرتھ ہیں۔ وہ چھوڑ کر جاسکتے ہیں، یا اپنی کثرت تعداد اور قوت بازو سے ان کی حفاظت کرسکتے ہیں، مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے مقدس مقامات کو نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی حفاظت کرسکتے ہیں۔"

(بیان مرزا محمود، مندرجہ "الفضل" ۱۹ اپریل ۱۹۴۷ء)

چنانچہ کبھی تم نے باؤنڈری کمیشن کی بارگاہ میں اپنا میمورنڈم پیش کیا کہ قادیانی ایک یونٹ بن چکا ہے۔ مقصد یہ ہے ہماری ایک الگ ریاست ہونی چاہیے اور کبھی تم نے بھارتی منتری منڈل کی سیوا میں نویدن کیا۔ بلکہ مرزا محمود نے اس آشا اور وشواش پر اپنا خاص راج دودھ اور پرتی ندھی شریمان بھارت سری پنڈت نہرو کی سیوا میں دہلی بھیجا اور ان سے پرارتھنا کی کہ۔

مجھ کو دنیا میں ملے گی نہ کہیں جائے پناہ
کچھ تو سوچ اے مجھے محفل سے اٹھانے والے

الغرض کئی روپ دھارے کہ کسی کارن قادیان سے سمبندھ رہے مگر اس سے سنگٹھن اور ایکتا کا کوئی پربندھ نہ ہو سکا۔ آخر جب وہاں باوجود تمام عہد و پیمان وفاداری پیش کرنے کے دجل و نفاق کا کوئی حربہ کامیاب نہ ہوا، تو نام نہاد فضل عمر یعنی خلیفۃ المسیح اور اس کی تمام خانہ ساز امت مردود و مطرود ہو کر سرزمین پاک میں آکر پناہ گزین ہوئی، مگر انتقام قدرت کی قہر نمائی ملاحظہ ہو کہ یہاں آکر قادیانی امت نے یہ مرثیہ خوانی شروع کر دی۔

بافیتہ صـ 27 پر

قربانی کی کھالیں طالبان کو دیجئے

۱۶ لاکھ شہدا کے مقدس خون، لاکھوں بیواؤں، یتیموں اور معذوروں کی قربانیوں کے نتیجے میں اللہ کے فضل و کرم سے معرض وجود میں آنے والی امارت اسلامیہ افغانستان جو خلفاء راشدینؓ کے طرز پر صدیوں بعد بننے والی خالص اسلامی مملکت ہے، جس سرزمین پر اسلام کی سربلندی اور احیاء خلافت کے لئے لاکھوں شہدا نے اپنا خون بہایا آیئے!
سنت ابراہیمیؑ کی یاد تازہ کرنے کے ساتھ ساتھ لاکھوں بے گھر مہاجرین، بیواؤں، یتیموں اور طالبان مجاہدین کی مدد کا فریضہ ادا کریں۔

گائے کا حصہ: 2000 روپے، دنبہ: 3000 روپے

مرکزی دفتر کراچی کے توسط سے امارت اسلامیہ افغانستان کے ساتھ قربانی میں حصہ لے کر تعاون فرمائیں۔

رابطہ: مرکزی دفتر تحریک اسلامی طالبان، پرانی نمائش مرزا قلیچ بیگ روڈ مکان نمبر 28، کراچی فون: 7211783،
فیکس 7236368، موبائل: 0320-4312397 اکاؤنٹ بنام: مولوی عبدالرحمٰن حلیم 9-6801 الائیڈ بینک پیپر روڈ برانچ

محمد اسمٰعیل، قریشی ایڈووکیٹ

پاکستان میں تحریکِ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

مسلم دل آزاری امتِ عیسیٰ کی صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں پے در پے شکستوں کی وجہ سے ہزیمت خوردہ ذہنیت کی غماز تھیں، لیکن یہ بھی ایک اندوہناک حقیقت ہے کہ لاہور کے ایک اشتراکیت زدہ ایڈووکیٹ مشتاق راج نے سال ۱۹۸۳ء میں "آفاقی اشتمالیت" نامی ایک کتاب لکھی، جس کا انگریزی میں ترجمہ (Heavenly Communism) کے نام سے کیا گیا۔ یہ کتاب راقم الحروف کو جسٹس میاں صادق اکرام نے لاکر دی اور فرمایا کہ اس کا جواب دینا چاہیے مگر یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کتاب میں کمیونزم کا مذہبی نقطۂ نظر سے کس طرح جائزہ لیا گیا ہے، میں نے کتاب کو پڑھنا شروع کیا۔

جیسے جیسے میں کتاب کو پڑھتا گیا، میری قوتِ برداشت جواب دیتی چلی گئی اور کتاب پڑھنے کے بعد مجھ پر غم و غصہ کی جو کیفیت طاری ہوئی، وہ ناقابلِ بیان ہے۔ کتاب میں نہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمسخر کیا گیا تھا، بلکہ مذاہب اور ادیان کا بھی مذاق اڑایا گیا۔ دینی پیشواؤں کو "مذہبی شیطان" کہا گیا، انبیاء کرام پر نہایت گھٹیا اور سوقیانہ حملے کئے گئے اور انتہا یہ کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بھی گستاخی کی جسارت کی گئی۔ میں نے انتہائی صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس (پاکستان) کا ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ حسنِ اتفاق سے اس وقت عالمِ اسلام کے دو ممتاز اسکار ڈاکٹر ربیع الہدیٰ خلی اور جناب سعید صالح پروفیسر اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ بھی پاکستان میں موجود تھے، انہوں نے بھی ہماری دعوت پر اس اجلاس میں علامہ احسان الٰہی ظہیر اور پاکستان کے دیگر علماء کے ساتھ شرکت کی۔ ان سب کی یہ رائے تھی کہ یہ انتہائی دل آزار کتاب ہے۔ میں نے اس اجلاس میں کتاب اور اس کے مصنف کے خلاف قرارداد مذمت پیش کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ کتاب کی ساری کاپیاں ضبط کرلی جائیں اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سزائے موت دی جائے۔ اس قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔ اس کے بعد راقم الحروف نے ایک ریزولیوشن لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن میں بھی پیش کیا کہ مشتاق راج کی بار ایسوسی ایشن سے رکنیت فوری ختم کردی جائے اور اس کی پریکٹس کا لائسنس ضبط کرنے کے لئے بار کونسل کو تحریک کی جائے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اسے عبرتناک سزا دی جائے، جس کو پاکستان کی مقتدر بار ایسوسی ایشن نے اپنے ہنگامی اجلاس میں، جس میں پانچ سو سے زائد اراکین موجود تھے، متفقہ طور پر منظور کرلیا اور اسے بار ایسوسی ایشن سے خارج کردیا گیا، جس پر مشتاق راج چراغ پا ہوکر دشنام طرازیوں پر اتر آیا اور اس نے پریس کو ایک بیان جاری کیا، جس میں عذر گناہ پیش کرتے ہوئے مجھے اور ان تمام ساتھیوں اور معزز اراکین بار کو جنہوں نے متفقہ طور پر اس قرارداد کو منظور کیا تھا: "بہیمانہ جذبات کے علمبردار" اور "موروثی جہالت کے وارث" کے خطابات سے نوازا، جس سے اس کی بوکھلاہٹ صاف ظاہر ہوتی تھی اور اس طرزِ تخاطب سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ موصوف کو گالیاں دینے کا سلیقہ بھی نہیں۔

ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس اور لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کی قرارداد کے بعد حکومت نے یہ کارروائی کی کہ مشتاق راج کی کتاب "آفاقی اشتمالیت" کو ضبط کرلیا، ہم نے مصنف کے خلاف قانونی کارروائی کے لئے انار کلی پولیس اسٹیشن لاہور میں رپٹ درج کرائی، جس پر پولیس نے مشتاق راج کے خلاف "توہین مذہب" کے جرم میں زیر دفعہ ۲۹۵-الف تعزیرات پاکستان مقدمہ درج کرلیا کیونکہ تعزیرات پاکستان میں "توہین رسالت" جیسے سنگین اور انتہائی دل آزار جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی۔ ابتدائی رپورٹ کے باوجود مشتاق راج کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کی تحریک پر تمام مکاتب فکر شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کے مقتدر علما اور ممتاز قانون دانوں کی کانفرنس اسی سال ۱۹۸۳ء میں منعقد ہوئی جس میں ورلڈ اسلامک مشن کے نائب صدر مولانا عبدالستار خان نیازی، جمعیت اہل حدیث کے سربراہ علامہ احسان الٰہی ظہیر، فقہ جعفریہ کے معروف مجتہد جناب علی غضنفر کراروی، جمعیت علما اسلام کے نامور عالم دین مولانا محمد اجمل خان، علوم اسلامی کے ممتاز اسکالر مولانا سید محمد متین ہاشمی اور دیگر لائق احترام دینی رہنماؤں نے شرکت کی۔ تلاوت کلام مجید کے بعد جناب مظفر وارثی نے جن کا شمار صف اول کے نعت گو شعرا میں ہوتا ہے، بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کیا اور اس سے قبل انہوں نے ایک قطعہ پڑھا جو فی

الحقیقت شرکائے کانفرنس کے دل کی آواز تھی، جسے سن کر سب بے قرار ہوگئے۔ قطعہ حسب ذیل ہے :

نہیں بنا کوئی قانون اب تک ایسا مگر
تو آج بھیک میں دے دو ہمیں خدا کے لئے
کوئی خدا کو نہیں مانتا نہ مانے مگر
سزائے موت ہو گستاخ مصطفیؐ کے لئے

اس کانفرنس میں علمأ دین، قانون دان حضرات اور شرکائے کانفرنس نے حکومت سے متفقہ طور پر مطالبہ کیا کہ اسلام میں توہین رسالت کی سزا، سزائے موت ہے۔ اس لئے گستاخ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سزائے موت دی جائے۔ پاکستان کے سابق چیف جسٹس جناب انوار الحق اور لاہور ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج جناب ذکی الدین پال نے بھی اس مطالبہ کی تائید اور حمایت کی۔ پاکستان کے قومی اخبارات نے جن میں روزنامہ جنگ، نوائے وقت، مشرق اور امروز قابل ذکر ہیں، نہ صرف اس مطالبہ کے حق میں مقالات شائع کئے، بلکہ اداریے بھی لکھے۔ بالآخر اسلامی نظریاتی کونسل نے ہماری قرارداد اور اسلامیان پاکستان کے اس مطالبہ کا نوٹس لیا۔ شیخ غیاث محمد سابق اٹارنی جنرل کی تحریک پر کونسل نے حکومت سے سفارش کی کہ توہین رسالت اور ارتداد جیسے جرائم کی سزا سزائے موت مقرر کی جائے۔ اس کے باوجود حکومت وقت نے اس نازک مسئلہ کو مستحق توجہ نہ سمجھا جس کی وجہ سے وکلا اور بالخصوص نوجوانوں میں اضطراب اور ہیجان بڑھنے لگا۔ لاہور کے نوجوانوں کا ایک گروہ انتہائی مشتعل حالت میں میرے پاس پہنچا۔ ان میں سے دونوں جوانوں کے نام جو ذہن میں محفوظ رہ گئے، وہ یہ ہیں: طارق طفیل اور محمد خلیل بھٹی، ان سب نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس ملعون شخص کی نشاندہی کروں، جس نے ان کے آقا اور مولا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں ایسی گستاخی کی جسارت کی ہے، وہ ایسے شخص کے وجود کو ایک لمحے کے لئے بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ میں نے انہیں سمجھانے بجھانے کی کوشش کی لیکن ان کے اصرار اور اضطراب کو دیکھ کر غالب کی ہم نوائی پر مجبور ہوگیا۔

"یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا؟"

مجھ سے کوئی تسلی بخش جواب نہ پاکر سرفروشوں کا یہ گروہ مشتاق راج کی تلاش میں نکل پڑا، حکومت کو بھی اس کی اطلاع مل گئی تھی، اس لئے اس خطرہ کے پیش نظر پولیس نے مشتاق راج کو گرفتار کرلیا۔ جب ان نوجوانوں کو یہ معلوم ہوا کہ مشتاق راج کو حراست میں لے لیا گیا ہے، تو وہ پھر میرے پاس واپس آئے اور دھاڑیں مار کر رونے لگے کہ وہ شہادت جیسی نعمت عظمیٰ سے محروم ہوگئے۔ مشتاق راج کی گرفتاری کے بعد ایک عجیب تر واقعہ رونما ہوا۔ مشتاق راج کے چند ساتھیوں نے لاہور ہائیکورٹ میں اس کی ضمانت کے لئے درخواست پیش کی جس کی وجہ سے وکلا سخت برہم ہوگئے۔ رشید مرتضیٰ قریشی، محمد شاہنواز خان اور محمد عبدالعزیز قریشی ایڈووکیٹ اتنے بے قابو ہوگئے کہ ایک مرحلہ پر وہ مرنے مارنے کے لئے تیار ہوگئے۔ وکلا کی ایک کثیر تعداد درخواست ضمانت کی مخالفت کے لئے مسٹر جسٹس میاں اسلم کی عدالت میں پیش ہوئی۔ ہم نے قانونی دلائل پیش کرتے ہوئے درخواست ضمانت کو مسترد کرنے پر زور دیا۔ ان کی گھن گرج سے سارا کمرہ عدالت گونج اٹھا اور واقعتاً ایسا جوش اور جذبہ بے اختیار کا طوفان امڈ آیا جس نے ایک بار پھر مولانا محمد علی جوہر کی خالق دینا ہال کراچی والے مقدمہ بغاوت کی یاد از سر نو تازہ کر دی۔ شاید حالات کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جاتا، لیکن اس وقت کے ایڈووکیٹ جنرل اور موجودہ جج لاہور ہائی کورٹ راشد عزیز خان نے ہائیکورٹ کو بتلایا کہ نے مشتاق راج کے وکلاء نے بھی عافیت اسی میں سمجھی کہ اس کی درخواست ضمانت واپس لے لی جائے، اس لئے موصوف جیل سے باہر نہ آسکے۔ جیل کے اندر جب قیدیوں کو یہ معلوم ہوا کہ ان میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جس نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے وہ بھی اسے مارنے کے لئے دوڑے، اس لئے وہاں پر بھی اسے قیدیوں سے علیحدہ کوٹھڑی میں رکھا گیا۔

مسلمانوں کے ان مشتعل جذبات اور احساسات کے باوجود حکومت وقت نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اگرچہ اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاالحق مرحوم نے علما کنونشن منعقدہ ۲۱/ اگست ۱۹۸۱ء میں یہ اعلان کردیا تھا کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ یا دیگر مذہبی اکابرین کے متعلق ہتک آمیز، گستاخانہ تحریر و تقریر کی حوصلہ شکنی کے لئے جلد ہی ضروری قانون بنایا جائے گا اور اس کے خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے سخت سزا مقرر کی جائے گی۔ اس یقین دہانی کے باوجود اس سلسلہ میں کوئی قانون سازی نہیں کی گئی۔ بالآخر راقم الحروف نے وفاقی شرعی عدالت میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاالحق اور تمام صوبوں کے گورنروں کے خلاف پٹیشن دائر کی، جس میں کہا گیا کہ تعزیرات پاکستان میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی، اہانت، توہین، تنقیص جیسے سنگین اور ناقابل معافی جرم کے بارے میں کوئی سزا مقرر نہیں، اس لئے توہین رسالت اور توہین مذہب کے جرائم کی سزا قرآن اور سنت کی روشنی میں سزائے موت مقرر کی جائے۔ یہ درخواست ایک سو چندرہ سربرآوردہ مسلمان شہریوں کی جانب سے دائر ہوئی جن میں تمام مکاتب فکر کے علما کرام، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج صاحبان، سابق وزرائے قانون

ختم نبوة

سابق، اٹارنی جنرل، ایڈووکیٹ جنرل اور ممتاز قانون دان شامل ہیں، جن میں سے چند کے اسمأ گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا عبیداللہ انور مرحوم صدر جمعیت علمأ اسلام، مولانا عبدالستار خان نیازی نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن، مولانا سید عبدالقادر آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور وصدر مجلس علمأ پاکستان، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی ناظم دارالعلوم جامعیہ نعیمیہ، علامہ احسان الٰہی ظہیر صدر جمعیت اہل حدیث، جناب سید علی غضنفر کراروی، نائب صدر مجلس تحفظ حقوق شیعہ، مولانا محمد اجمل خان مرکزی نائب صدر جمعیت علمأ اسلام، مولانا گلزار احمد مظاہری صدر جمعیت اتحاد علمأ پاکستان، سید افضل حیدر صدر لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن، چودھری محمد فاروق وائس چیئرمین پنجاب بار کونسل، جناب ایس ایم ظفر سابق وزیر قانون، جناب بدیع الزمان کیکاؤس سابق جج سپریم کورٹ پاکستان، جناب بشیر الدین خان سابق چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ، جناب محمد صدیق سابق جج لاہور ہائی کورٹ، شیخ غیاث محمد سابق اٹارنی جنرل پاکستان، جناب جسٹس محمد عارف سابق ایڈووکیٹ جنرل، میاں شیر عالم سابق نائب صدر لاہور ہائیکورٹ بارایسوسی ایشن، جناب افتخار علی شیخ جنرل سیکریٹری پنجاب مسلم لیگ، جناب ملک عبدالکریم چیئرمین لاء فارم کمیٹی پاکستان بار کونسل، جناب بدرالدین قادری پروفیسر یونیورسٹی لاء کالج، ڈاکٹر ظفر علی راجاسیکریٹری جنرل ورلڈایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس، ملک وقار سلیم صدر ینگ لائرز فورم، جناب شیخ مقبول احمد سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان اور دیگر معززین جن کے نام طوالت کے خوف سے درج نہیں ہو سکے۔

یہ پٹیشن وفاقی شرعی عدالت کے فل بنچ کے سامنے جو چیف جسٹس شیخ آفتاب حسین، جسٹس فخر عالم، جسٹس چودھری محمد صدیق، جسٹس ملک غلام علی اور جسٹس عبدالقدوس قاسمی پر مشتمل تھا، ۱۸/جولائی ۱۹۸۳ء کو پیش ہوئی۔ فاضل عدالت نے ابتدائی بحث کی سماعت کے بعد اٹارنی جنرل پاکستان اور تمام صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرلز کے نام نوٹس جاری کر دیئے اور پٹیشن برائے سماعت منظور کر لی۔ اس کے بعد پھر پٹیشن کی باقاعدہ سماعت اسی فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بنچ نے کی، جو چیف جسٹس جناب گل محمد خان، جسٹس جناب فخر عالم، جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی، جسٹس مفتی شجاعت علی قادری اور جسٹس جناب فخر الدین ایچ شیخ پر مشتمل تھا۔ اس کی سماعت ۱۳ نومبر کو شروع ہوئی اور ۲۱/نومبر ۱۹۸۵ء تک مسلسل روزانہ جاری رہی، پٹیشن پر بحث کا آغاز راقم الحروف کے دلائل سے شروع ہوا۔

دوران سماعت ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ مولانا عبدالستار خان نیازی، اتحاد علمأ کے صدر مولانا گلزار احمد مظاہری مرحوم، مولانا منظور احمد قائد تحریک ختم نبوت، پاکستان کے معروف محقق جناب سید ریاض الحسن نوری، ایران کے اسکالر ڈاکٹر سہراب مالی، جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن اور شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک کاندھلوی مرحوم بھی موجود رہے۔ ان حضرات کے علاوہ پاکستان کے معروف قانون دان اور یونیورسٹی، کالجوں، دینی درسگاہوں کے اساتذہ کی کثیر تعداد عدالت میں آتی رہی۔ خاص طور پر جناب احسن علیگ مرحوم اور جناب فضل محمود روزانہ عدالت کی کارروائی کی سماعت کے لئے باقاعدگی سے آتے رہے۔

کمرۂ عدالت کے باہر بھی بوڑھے بچے اور نوجوانوں کا ہجوم وقت عدالت کے ختم ہونے تک موجود ہوتا۔ اس پٹیشن کی سماعت کے دوران شیخ غیاث محمد سابق اٹارنی جنرل پاکستان، ریٹائرڈ جسٹس زیڈ اے کیکاؤس جج سپریم کورٹ، ڈاکٹر ظفر علی راجا ایڈووکیٹ وسیکریٹری جنرل ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس، ملک وقار عظیم ایڈووکیٹ چیئرمین ینگ لائرز فورم نے راقم الحروف، درخواست گزار کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا اور ڈاکٹر ظفر علی راجا نے شب وروز اس کیس کی تیاری میں راقم الحروف کی معاونت کی۔ فیڈرل گورنمنٹ کی جانب سے ڈاکٹر سید ریاض الحسن ڈپٹی اٹارنی جنرل، حکومت پنجاب کی جانب سے جناب خلیل رمدے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، حکومت سرحد کی جانب سے میاں اجمل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل اور صوبہ سندھ کے ایڈووکیٹ جنرل نے اپنی اپنی حکومتوں کا مؤقف پیش کیا۔ تمام علمأ کرام نے جنہوں نے بحث میں حصہ لیا، اپنے اپنے تحریری دلائل بھی عدالت میں داخل کئے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے نمائندوں نے بھی بیک زبان اس کی تائید کی کہ شاتم رسول کی سزا قرآن اور سنت کی روشنی میں سزائے موت مقرر ہے لیکن دوران بحث ڈپٹی اٹارنی جنرل سید ریاض الحسن گیلانی نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ گستاخ رسول کو پولیس یا عدالت سے رجوع کئے بغیر موقع پر قتل کر دیا جائے۔

اس کے بعد ماہ جولائی ۱۹۸۶ء میں ایک خاتون ایڈووکیٹ عاصمہ جہانگیر نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ناخواندہ (Illiterate) اور تعلیم سے جاہلانہ جیسے نازیبا اور توہین آمیز الفاظ استعمال کئے، جو سامعین اور تمام امت مسلمہ کی دل آزاری کا باعث تھے، جس پر راولپنڈی بار ایسوسی ایشن کے معزز اراکین میں سے عبادالرحمٰن لودھی اور ظہیر احمد قادری ایڈووکیٹ نے سخت احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ وہ ان توہین آمیز الفاظ کو واپس لے کر اس گستاخی پر معافی مانگے لیکن اس کے انکار پر سیمینار میں

ہنگامہ برپا ہوگیا۔ جب یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو راقم الحروف کی تجویز پر ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کا ایک غیر معمولی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا، جس میں عاصمہ جہانگیر کی اس قابل اعتراض تقریر پر انتہائی غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ فوری طور پر توہین رسالت کی سزائے حد کو پاکستان میں نافذ کرے اور اس جرم کے مرتکب افراد کو قرار واقعی سزا دے ورنہ اس کے سنگین نتائج کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔ راقم الحروف کی درخواست پر لاہور میں وکلا اور علما کا ایک مشترکہ اجلاس ماہ جون ۱۹۸۶ء میں منعقد ہوا، جس میں تمام مکاتب فکر کے سربرآوردہ علماٗ اور ممتاز قانون دان حضرات نے شرکت کی اور متفقہ طور پر حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی:

''ہم دین اور قانون سے وابستہ لوگ برملا اس کا اعلان کرتے ہیں کہ سرزمین پاکستان کا کوئی مسلمان اس ملک میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کسی قسم کی اہانت آمیز بات کو کسی نوع برداشت نہیں کر سکتا اور نہ ہی سیکولر ذہن رکھنے والے عناصر کو یہ اجازت دینے کے لئے تیار ہے کہ وہ اپنی مذموم اور شرانگیز سرگرمیوں کو جاری رکھے اور فتنہ و فساد پھیلانے کی کوشش کرے۔ ہم واشگاف الفاظ میں ان عناصر کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے سے باز آجائیں ورنہ اس کے نہایت سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔''

اس قرارداد پر مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، علامہ علی غضنفر کراروی صدر اتحاد بین المسلمین، ڈاکٹر خالد محمود صدر جمعیت علماٗ برطانیہ، میاں محمد اجمل قادری امیر انجمن خدام الدین، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی ناظم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور، مولانا عبدالمالک شیخ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ منصورہ، مولانا گلزار احمد مظاہری مرحوم صدر جمعیت اتحاد علماٗ پاکستان اور دیگر علماٗ کرام نے دستخط کئے۔ ان کے علاوہ ممتاز وکلاٗ نے بھی اس قرارداد پر اپنے دستخط ثبت کئے، جس کے بعد یہ قرارداد حکومت پاکستان، صوبائی حکومتوں اور اراکین قومی اسمبلی کو بھیجی گئی۔

عاصمہ جہانگیر کی اس قابل اعتراض تقریر کا نوٹس سب سے پہلے قومی اسمبلی میں اسلامی جذبہ سے سرشار خاتون ایم این اے محترمہ نثار فاطمہ نے لیا اور انہوں نے وہاں پوری قوت کے ساتھ آواز اٹھائی کہ عاصمہ جہانگیر کے ان توہین آمیز الفاظ کے خلاف حکومت فوری کارروائی کرے لیکن چونکہ اس وقت قانون میں توہین رسالت ﷺ کے جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی، اس لئے اس کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہ ہو سکی۔

اس ہیچمدان عاجز کے مشورے سے قومی اسمبلی میں اسی مجاہدہ خاتون نثار فاطمہ نے ایک بل پیش کیا، جس میں توہین رسالت کی اسلامی سزا، سزائے موت تجویز کی گئی لیکن اس وقت کے وزیر انصاف جناب اقبال احمد خان نے جن سے ہمارے پیشہ وکالت کے تعلق سے دیرینہ مراسم تھے، اس تجویز سے اختلاف کیا۔ ان کے خیال میں اس جرم کی کوئی سزا قرآن میں مقرر نہیں، اس لئے انہوں نے اس بل کی حمایت سے معذرت کا اظہار کیا۔

حیرت اس بات پر ہوئی کہ وزیر موصوف علامہ اقبال جیسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منسوب مجلس اقبال کے رکن رکین بھی تھے۔ یہ معلوم کر کے اور بھی حیرت ہوئی کہ ان موصوف کے علاوہ مولانا وصی مظہر ندوی، جناب لیاقت بلوچ، شاہ بلیغ الدین اور کچھ اسلامی ذہن رکھنے والے اراکین اسمبلی بھی اس تجویز سے پوری طرح متفق نہیں تھے۔ وہ حضرات بوجہ صرف عمر قید کی سزا کو کافی سمجھتے تھے، جس پر محترمہ نثار فاطمہ اور اس فقیر نے فردا فردا اہم خیال اراکین اسمبلی سے مل کر ان کے سامنے قرآن و حدیث، ائمہ کرام اور اجماع امت کے فیصلے پیش کئے اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس بل کی حمایت کر کے اسے قومی اسمبلی سے منظور کرائیں، پھر ہمت مردانہ سے کام لیتے ہوئے محترمہ نثار فاطمہ نے جب یہ بل قومی اسمبلی میں پیش کیا تو اراکین کی اکثریت کو اس کی حمایت میں دیکھ کر کسی کو اس بل کی مخالفت کی جرأت نہ ہو سکی اور بالآخر ۲/ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر اس بل کو منظور کر لیا۔ اس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسلامیان پاکستان کا جذبہ محبت و عقیدت اور احترام غالب آکر رہا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کا فضل بے پایاں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم خاص تھا کہ محترمہ بہن نثار فاطمہ اور اس فقیر کی حقیر کوششوں سے پاکستان میں پہلی مرتبہ توہین رسالت کے جرم کی سزا، سزائے موت مقرر ہوئی اور تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۵ (ج) کا اضافہ کیا گیا لیکن اس دفعہ میں پھر بھی ایک سقم باقی رہ گیا۔ دفعہ مذکور میں توہین رسالت کی سزا سزائے موت یا اس کی متبادل (Alternative) سزا، سزائے عمر قید رکھی گئی۔ حالانکہ اہانت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور کسی کو حد کی سزا میں کمی بیشی یا اس کی متبادل سزا مقرر کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ اس لئے ایک مرتبہ پھر ''من و گرز میدانو افراسیاب'' والا معرکہ درپیش تھا، اس لئے میں نے پھر فیڈرل شریعت کورٹ میں صدر پاکستان اور حکومت پاکستان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور دفعہ ۲۹۵ (ج) کی اس شق کو چیلنج کیا جس کی رو سے عدالت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کے مجرم کو سزائے موت کی بجائے عمر قید کی سزا بھی دینے کی مجاز ہے۔ اس پٹیشن میں وفاقی شرعی عدالت سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ سزائے عمر قید کو غیر

اسلامی قرار دیتے ہوئے صدر پاکستان کو ہدایت جاری کی جائے کہ وہ توہین رسالت کی سزا بطور حد صرف سزائے موت مقرر کریں کیونکہ سزائے حد میں صدر، گورنر، پارلیمنٹ بلکہ پوری امت مسلمہ کو بھی کسی قسم کی ترمیم، تبدیلی تخفیف کا کوئی اختیار نہیں۔ یہ پٹیشن فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بنچ کے سامنے یکم اپریل ۱۹۸۷ء کو پیش ہوئی۔ فاضل عدالت نے ابتدائی سماعت کے بعد وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے نام نوٹس جاری کر دیئے۔ اس کے بعد اسلام آباد، پھر لاہور میں اس مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی۔ سماعت کا آغاز راقم الحروف کی بحث سے ہوا۔ اس میں مختلف مکاتب فکر کے علماً جن میں سید ریاض الحسن نوری، مولانا حافظ صلاح الدین یوسف اور مفتی غلام سرور قادری نے توہین رسالت کی سزا پر سیر حاصل بحث کی۔ وفاقی حکومت کی جانب سے ڈپٹی اٹارنی جنرل عبدالستار نجم اور صوبائی حکومت پنجاب کی جانب سے عزیزان گرامی نذیر غازی اور جلال الدین خلد پیش ہوئے۔ حکومت سرحد کی نمائندگی میاں محمد اجمل نے کی، جو اب پشاور ہائیکورٹ کے فاضل جج ہیں۔

بحث کی سماعت لاہور میں ماہ مارچ ۱۹۹۰ء کے پہلے ہفتہ میں فل بنچ کے سامنے ہوئی جو چیف جسٹس جناب گل محمد خان، جناب جسٹس عبدالکریم خان کنڈی، جناب جسٹس عبادت یار خان، جناب جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان اور جناب جسٹس عبدالرزاق تھیم پر مشتمل تھا۔ وفاقی حکومت کا موقف تھا کہ توہین رسالت کی سزا، سزائے موت کی بجائے صرف سزائے عمر قید کافی ہے، کیونکہ اس جرم کی سزا کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں، اس لئے یہ سزا بطور حد نہیں دی جا سکتی۔ اس کے علاوہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ پر توہین رسالت کا الزام عائد کر کے سزائے موت کا مطالبہ کرے گا۔ مولانا مفتی غلام سرور قادری کی رائے میں حنفی نقطہ نظر سے توہین رسالت کے جرم کی سزا، سزائے موت بوجہ ارتداد دی جائے گی لیکن ارتداد ناقابل معافی جرم ہے۔ اہلحدیث مکتب فکر کے مذہبی اسکالر مولانا صلاح الدین یوسف نے بھی مفتی صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ توبہ سے سزا موقوف ہو جائے گی لیکن باغی اور سرکردہ مجرموں کی توبہ قابل قبول نہ ہو گی۔

راقم الحروف نے ڈپٹی اٹارنی جنرل اور ان علماً حضرات کے دلائل کی سختی سے تردید کی۔ قرآن مجید کی متعلقہ آیات اور صحاح ستہ کی احادیث کے حوالہ سے بتلایا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت دی جائے گی۔ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سزائے موت ان لوگوں کو بھی دی گئی جو یہودی اور غیر مسلم تھے اور جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی تھی۔ اس لئے اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں۔ اگر مسلمان اس جرم کا ارتکاب کرے تو وہ مرتد ہونے کی وجہ سے بھی سزائے موت کا مستحق ہے۔ اس کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ حدیث و فقہ امام ابن حزمؒ، امام ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ کے مطابق توہین رسالت کے جرم کی سزا بطور حد سزائے موت ہے اور یہ ناقابل معافی جرم ہے، جس کے مرتکب کی توبہ بھی قابل قبول نہیں۔ خود فقہ حنفی کی مستند کتب البحرالرائق، شرح کنزالدقائق للمولف ابن نجیم الحنفی، ردالمختار علی الدر المختار، شرح تنویر الابصار اور فتح القدیر سے بھی یہ ثابت کیا کہ شاتم رسول کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اسے بطور حد قتل کیا جائے گا۔ ہمارے اس مؤقف کی تائید صوبہ پنجاب کے نمائندے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل صاحبان نے کی۔ اس کے بعد فیڈرل شریعت کورٹ نے اس مقدمہ کا تاریخی فیصلہ ۳۰/اکتوبر ۱۹۹۰ء کو سنا دیا۔

اس فیصلہ کے بعد، پھر ایک عجیب مرحلہ پیش آیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت نے جو نفاذ اسلام اور قرآن و سنت کے قانون کی بالادستی کا منشور دے کر برسر اقتدار آئی تھی، سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی اور راقم الحروف کے نام وفاقی حکومت کے ایڈووکیٹ آن ریکارڈ چودھری اختر علی کا نوٹس بھی موصول ہو گیا۔ جس پر راقم نے اس وقت کے وزیر اعظم (میاں نواز شریف) کو پیغام بھجوایا کہ حکومت اس اپیل کو فوری طور پر سپریم کورٹ سے واپس لے، ورنہ مسلمانوں کے جذبات اس حکومت کے خلاف بھی مشتعل ہو جائیں گے اور اس حکومت کا بھی وہی انجام ہو گا جو اس کی پیش رو حکومت کا ہو چکا ہے۔ جس نے اسلامی قوانین کو اپنی کابینہ میں ظالمانہ اور فرسودہ قرار دے کر قانون قصاص و دیت کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن سپریم کورٹ نے راقم کی درخواست پر کابینہ کی اس کارروائی کا سختی سے نوٹس لے کر قانون قصاص و دیت کے خلاف گورنمنٹ کی اپیل کو مسترد کر دیا اور پھر یہ حکومت غضب الٰہی کا شکار ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ میاں محمد نواز شریف نے اس انتباہ پر برسر عام اعلان کیا کہ اس اپیل کا انہیں قطعی علم نہیں تھا ورنہ ایسی غلطی کبھی سرزد نہ ہوتی اور اس جرم کی سزائے موت بھی کم تر سزا ہے، اس لئے یہ اپیل سپریم کورٹ نے فوری طور پر واپس لے لی گئی۔ جس کے بعد بفضلِ تعالیٰ اب پاکستان میں توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت حتمی اور قطعی طور پر جاری ہو چکی ہے اور اسی قانون کے تحت سرگودھا کے ایڈیشنل سیشن جج نے گستاخ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی ماہ نومبر میں سزائے موت سنادی تھی، جس میں ملزم کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا گیا۔ اس قانون کی بدولت اب کوئی شخص شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خود کیفر کردار تک پہنچانے کی بجائے عدالت سے رجوع کرے گا، جہاں فریقین سے شہادت لی جائے گی۔ ملزم کو صفائی کا موقع دیا جائے گا، اس کے بعد اگر جرم ثابت ہو تو پھر مجرم کو سزا دی جائے گی۔

قسط نمبر3

محمد عطاء اللہ صدیقی

قانون توہین رسالت پر اقلیتوں کے اعتراضات کا جائزہ

دور جدید میں کلیسا نے سیکولر مغربی ممالک میں اپنی ہر دلعزیزی کو بڑھانے کے لئے بہت سی رعایتیں دی ہیں۔ ان میں سے ایک واضح مثال کلیسا کی طرف سے ہم جنس پرستی کے جواز کے حق میں فیصلہ دینا ہے۔ خدا کے فضل سے اسلام اس طرح کی تحریفوں سے آج تک محفوظ ہے۔ جب کبھی حاکم یا نام نہاد عالم نے اسلامی تعلیمات کو اپنی خواہشات نفسی کے تابع کرنا چاہا، ملت اسلامیہ اس کے راستے میں چٹان کی طرح کھڑی ہو گئی۔

۵ : قانون توہین رسالتؐ انسانی حقوق کے منافی ہے؟

انسانی حقوق کے ڈھنڈورچیوں کی طرف سے قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کے لئے عام طور پر یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں :

۱- قانون توہین رسالتؐ انسانی حقوق کے منافی ہے۔

۲- اس قانون کے تحت بے گناہ غیر مسلموں کے خلاف بے بنیاد مقدمات قائم کر کے ان کے ساتھ ناانصافی کا رتاؤ کیا جاتا ہے۔

۳- انتہا پسند، بنیاد پرست مسلمان اس قانون کا غلط استعمال کر سکتے ہیں۔

حقائق وواقعات کا معروضی جائزہ لیا جائے تو مندرجہ دلائل بے حد نامعقول اور بے بنیاد نظر آتے ہیں۔

دراصل انسانی حقوق کی آڑ میں امت مسلمہ کے خلاف مذموم سازشوں کا جال بنا جارہا ہے۔

قانون توہین رسالت کسی بھی اعتبار سے انسانی حقوق کے منافی نہیں۔ یہ انسانی حقوق کی روح اور فلسفے کے عین مطابق ہے۔ اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر جو ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا آغاز ہی ان تمہیدی الفاظ سے ہوتا ہے :

"ہر گاہ کہ نوع انسانی کے جملہ افراد کی فطری تکریم اور ان کے مساوی اور ناقابل انتقال حقوق، دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کی بنیاد ہیں۔"

اور اس چارٹر کی پہلی شق کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے :

"تمام انسان آزاد اور تکریم و حقوق کے لحاظ سے برابر ہوتے ہیں۔ انہیں پیدائشی طور پر عقل اور ضمیر عطا کیا جاتا ہے اور انہیں ایک دوسرے سے برادرانہ سلوک کرنا چاہئے۔"

اگر مندرجہ بالا جملوں کے پس پشت کارفرما مقصد کی روح کو سامنے رکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ "نوع انسانی کے جملہ افراد کی تکریم" میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کو اولین درجہ عطا کیا جانا چاہئے۔ انسانی تاریخ میں شرف تخلیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی انسان فضیلت، بزرگی اور عزت و منزلت میں بڑھ کر نہ گزرا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ انصاف پسند اور غیر متعصب غیر مسلم مورخین نے بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل ترین انسان قرار دیا ہے۔ ماضی قریب میں برطانوی مصنف مائیکل ہارٹ نے اپنی عالمی شہرت یافتہ تالیف (The Hundred) میں انسانی تاریخ کی سو اہم ترین ہستیوں کے احوال جمع کئے ہیں۔ جس میں اس نے ان سو شخصیات کو انسانیت پر ان کے احسانات کے حوالے سے ترتیب دے کر جگہ دی ہے۔ اس نے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نمبر پر رکھا ہے۔ ایک ہندو مسٹر آر سی داس نوع انسانی پر بانی اسلام کے احسانات کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے :

"شری رام چندر جی مہاراج، بھگوان کرشن، گورو نانک جی، حضرت موسیٰ علیہ السلام، یہ سب روحانی بادشاہ ہیں لیکن میں کہتا ہوں ان میں ایک روحانی شہنشاہ بھی ہے جس کا مقدس نام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ریفارمر نے آکر دنیا میں بہت کچھ کیا ہے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر اس قدر احسان کئے ہیں، جن کی مثال نہیں ملتی۔"

(رسول اکرمؐ "بحیثیت سپہ سالار" از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی صفحہ ۳۲۵)

جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم بنی نوع انسان کی تکریم ہے، اسی طرح ان کی توہین (معاذاللہ) انسانیت کی توہین ہے۔ انسانیت کے عظیم ترین محسن کے حقوق کی ضمانت کے بغیر انسانی حقوق کا کوئی بھی چارٹر ایک مہمل دستاویز سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ انسانیت حقوق کے حوالے سے "آزادی ضمیر، آزادی عقیدہ اور آزادی رائے" جیسی اصطلاحات کا بہت

کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان خوش کن تراکیب کے ذریعے اسلام اور شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر ناروا تنقید کے جواز مہیا کئے جاتے تھے۔ انسانی حقوق کے مذکورہ چارٹر کی دفعہ ۱۸ اور ۱۹ میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"ہر شخص کو آزادی خیال، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں اپنا مذہب اور عقیدہ تبدیل کرنے اور انفرادی و اجتماعی طور پر علیحدگی میں یا سب کے سامنے، اپنا مذہب یا عقیدے کی تعلیم اس پر عمل کرنے اور اس کے مطابق عبادت کرنے اور اس کی پابندی کرنے کی آزادی کا حق شامل ہے۔"(شق نمبر ۱۸)

"ہر شخص کو آزادی رائے اور آزادی اظہار کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں بلا مداخلت رائے رکھنے کی آزادی اور بلالحاظ علاقائی حدود کسی بھی ذریعے سے اطلاعات اور نظریات تلاش کرنے، حاصل کرنے اور انہیں دوسروں تک پہنچانے کی آزادی شامل ہے۔"(شق نمبر ۱۹)

مندرجہ بالا شقات بہت واضح ہیں۔ ان کا کوئی بھی جملہ قانون توہین رسالتؐ سے متصادم یا متعارض نہیں ہے۔ پاکستان میں مسیحی برادری کو اپنے ضمیر اور مذہب کے اظہار کی مکمل آزادی ہے۔ آزادی رائے میں جہاں معقول اور صائب طریقے سے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی مکمل آزادی ہے، وہاں اس اصطلاح کے دائرہ کار میں کسی دوسرے انسان کی کردار کشی، گالی گلوچ، توہین، دل آزاری، سب و شتم ہرگز شامل نہیں ہے۔ جب آزادی رائے کے حق کو کسی دوسرے انسان کی تذلیل تک توسیع نہیں دی جاسکتی تو پھر اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے "توہین رسالتؐ" کے استحقاق کا دعویٰ کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ انسانی حقوق کے انتھک منادوں کے لئے یہ ایک کھلا چیلنج ہے کہ وہ ثابت کریں کہ قانون توہین رسالت انسانی حقوق کے منافی آخر کس طرح ہے؟

انسانی حقوق کا چارٹر ۱۹۴۸ء میں پیش کیا گیا، بعد میں جنیوا کنونشن وغیرہ بھی سامنے آئے۔ کسی بھی دستاویز میں توہین رسالت کے خلاف سزا کو انسانی حقوق کے منافی قرار نہیں دیا گیا۔ درحقیقت Blasphemy (توہین رسالتؐ) اور انسانی حقوق کا رابطہ اس وقت جوڑا گیا، جب شاتم رسولؐ سلمان رشدی ملعون کی "شیطانی آیات" پر عالم اسلام نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا۔ سلمان رشدی نے اس سے پہلے بھی دو ناول تحریر کئے تھے لیکن اس کو وہ پذیرائی نہ ملی تھی لیکن اس کے شیطانی ناول میں ملعون رشدی کی ناپاک تصو تخئی سے خیر البشر کے منزہ و پاکیزہ گھرانے پر زہر افشانی کرائی گئی تھی۔ مغرب کی ایک مخصوص صیہونی اور عیسائی لابی آج بھی پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے مقدس گھرانے کے خلاف گستاخانہ جسارتوں پر مریضانہ حظ اٹھاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے مغرب اپنی تمام تر روشن خیالی اور سیکولر ازم سے وابستگی کے باوجود مسلمان کے خلاف صلیبی دور کا بغض اور کینہ اب تک پال رہا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف توہین آمیز سازشوں کی نئی تحریک ننگ اسلام بے دین "مسلمانوں" کے ذریعے سے برپا کی جارہی ہے جس کے مہرے سلمان رشدی اور بنگلہ دیش تسلیمہ نسرین جیسے لوگ ہیں۔ ان کی تمام تر شیطانی ہرزہ سرائیوں کو "انسانی حقوق" کا نام دے کر تحفظ دیا جارہا ہے۔ "انسانی حقوق" کے لبادے میں مسلمانوں سے "شیطانی حقوق کے چارٹر" کو انسانیت کا "متفق علیہ مذہب" بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ یہ مسلم دنیا کے خلاف نیا استعماری ہتھیار ہے جسے بے حد مکاری اور منافقت سے استعمال کیا جارہا ہے۔

جہاں تک قانون توہین رسالتؐ پر دوسرے اعتراض کا تعلق ہے کہ اس کی بنیاد پر غلط مقدمات قائم کئے جاسکتے ہیں تو یہ اعتراض اصولی طور پر غلط اور غیر منطقی ہے۔ اگر اس اعتراض کو درست مان لیا جائے تو "جرم و سزا" کی دنیا میں کسی بھی تعزیری ضابطے یا قانون کے وجود کا جواز باقی نہیں رہے گا۔ آج تک کسی بھی قانون کو محض اس بنا پر ختم نہیں کیا گیا کہ جس کے غلط استعمال کا احتمال نہ پایا جاتا ہو۔ قتل، زنا اور چوری جیسے سنگین جرائم کے متعلق قوانین کے غلط استعمال کی خبریں پاکستان اور دیگر ممالک کے حوالے سے آئے روز چھپتی رہتی ہیں۔

امریکہ اور اس کی اکثر ریاستوں میں قانون توہین مسیح علیہ السلام کو امریکی آئین کے بنیادی حقوق کے منافی قرار نہیں دیا گیا، امریکی سپریم کورٹ نے ایک معروف مقدمے اسٹیٹ بنام موکس میں آزادی مذہب اور آزادی پریس کے بنیادی حقوق سے بحث کرتے ہوئے متفقہ فیصلہ دیا، جس میں عدالت کے الفاظ ہیں:

"اگرچہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں چرچ اور اسٹیٹ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور ان میں باہمی کوئی ربط اور تعلق نہیں لیکن اسلام، بدھ مت اور دیگر مذاہب کے مقابلے میں عیسائیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ حکومت کی زمام کار بھی ان ہی کے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے ہر شعبہ زندگی میں ان کا اثر ورسوخ ہے اور عیسائیت ریاست اور ملک کی اکثریت کا مذہب ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دنیا میں تہذیب و تمدن کے آغاز ہی سے کسی ملک کے طرز حکومت کی تشکیل میں دین و مذہب کا نہایت اہم رول رہا ہے، اور اس ملک کے استحکام اور بقا کا انحصار بڑی حد تک اس مذہب کے احترام اور تکریم سے وابستہ ہے جو وہاں کی غالب اکثریت کے دینی شعائر سے علیحدہ نہ ہونے والا لازمی حصہ ہے۔ لہذا آزادی مذہب اور آزادی پریس کے آئینی تحفظات اور بنیادی حقوق توہین مسیح کے قانون اور اس کے باعث قانون سازی کی راہ میں مزاحم نہیں ہیں۔" (کتاب "ناموس رسولؐ اور قانون توہین

رسالت" صفحہ ۲۹۹۔۳۰۰)

امریکی سپریم کورٹ نے امریکہ کی مسیحی اکثریت کے دینی شعائر کے احترام اور حقوق توہین مسیح کے قانون کو آزادی اظہار اور آزادی صحافت جیسے جدید جمہوری ریاستوں میں تسلیم شدہ حقوق کے منافی قرار نہیں دیا۔ بے حد افسوس کا مقام ہے کہ پاکستان میں جہاں مسلم آبادی ۹۷ فیصد ہے، وہاں انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار قانون توہین رسالتؐ کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیتے ہوئے اس کے خاتمہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی حقوق کی آڑ میں مسلمانوں کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی (نعوذباللہ) کے فریب انگیز جواز پیدا کرتے ہیں۔ ان کی اس ساری مہم سازی کا مقصد مسلمانوں کے دلوں سے عقیدت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ختم کرکے انہیں الحاد اور سیکولر ازم کی طرف راغب کرنا ہے۔ مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کا ان کے نزدیک مؤثر ترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے دلوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت اور محبت کو کم کیا جائے۔ کیونکہ ان کا یہ جذبہ عقیدت مغرب کے الحاد کو قبول کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ انسانی حقوق کے نام پر صیہونی لابی کی اسلام اور شارع اسلام کے خلاف برپا کی جانے والی مذموم سازشوں کو بے نقاب کیا جائے۔

پاکستان میں صیہونی لابی کی تنخواہ دار ایجنٹ عاصمہ جہانگیر اور اس کے حاشیہ بردار انسانی حقوق قانون توہین رسالت کے متعلق اخباری بیانات کے ذریعے اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ یہ قانون فوجی آمر صدر ضیاء الحق نے بنایا ورنہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قانون توہین رسالت کو صدر ضیاء الحق سے منسوب کرکے یہ عاقبت نااندیش پاکستان کے عوام میں پائی جانے والی مارشل لاء کے خلاف نفرت کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اسلامی شریعت اور اسلامی تاریخ سے معمولی سی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ قانون توہین رسالت اسلامی تاریخ کے ہر دور میں نافذ رہا ہے۔ قاضی عیاضؒ نے "الشفاء" میں ہی ذکر کیا ہے کہ خلیفہ عباسی ہارون الرشید نے حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا کہ: شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا سزا ہے؟ عراقی فقہا تو کہتے ہیں: "ایسے شخص کو کوڑوں کی سزا دی جائے" اس پر حضرت امام مالکؒ جلال میں آگئے اور فرمایا: "اگر رسول خداؐ کو دشنام کا ہدف بنایا جائے گا تو امت باقی نہیں رہے گی۔ جو شخص انبیاءؑ کو دشنام دے، اس کی سزا قتل ہے"۔

پروفیسر منور مرزا کے بقول: "یہ فیصلہ یا فتویٰ تقریباً ہر اسلامی سلطنت میں نافذ رہا، چنانچہ یہ فیصلہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی نافذ کیا اور جلال الدین اکبر نے بھی۔"

جناب اسمٰعیل قریشی صاحب نے بالکل درست تحریر کیا ہے:

"مسلمانوں کو خواہ وہ ایشیا ہو یا یورپ، افریقہ ہو یا کوئی اور خطہ ارض، جہاں بھی اقتدار حاصل رہا، وہاں کی عدالتوں نے اسلامی قانون کی رو سے شاتمان رسولؐ کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ اس کے برعکس جب بھی یا جہاں کہیں ان کے پاس حکومت نہیں رہی، وہاں جاں نثاران تحفظ ناموس رسالتؐ نے غیر مسلم حکومت کے رائج الوقت قانون کی پروا کئے بغیر گستاخان رسولؐ کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خود ہنستے مسکراتے تختہ دار پر چڑھ گئے۔"

وہ مزید کہتے ہیں کہ:

"برصغیر پاک و ہند میں برطانوی دور استعمار سے قبل، حتیٰ کہ مغل شہنشاہ اکبر کے سیکولر دور میں بھی شاتم رسولؐ کو سزائے موت دی گئی لیکن جب اس ملک پر سازشوں کے ذریعہ انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ ہوا تو انہوں نے توہین رسالت کے قانون کو یکسر موقوف کردیا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں قانون توہین رسالتؐ کو وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے نتیجے میں نافذ کیا گیا۔ صدر ضیاء الحق مرحوم یا پاکستانی حکومت کا اس قانون کی تنفیذ میں بنیادی کردار نہیں ہے۔ صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور ہی کے وزیر قانون جناب اقبال احمد خان نے ۲۹۵۔سی کے بل کی قومی اسمبلی میں شدید مزاحمت کی تھی۔"

خلاصہ بحث:

مندرجہ بالا سطور میں پیش کردہ معروضات و حقائق کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالنا کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے کہ قانون توہین رسالتؐ (۲۹۵۔سی) کے متعلق اقلیتوں بالخصوص عیسائیوں کے وارد کردہ اعتراضات و خدشات بے بنیاد، سطحی، اشتعال انگیز، غیر معروضی، حقائق کے منافی اور بعض انتہا پسندوں کی مذہبی جنونیت اور کج فکری کا شاخسانہ ہیں۔ قانون توہین رسالتؐ کے خلاف احتجاجی مہم میں اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کے ضیاع کی بجائے انہیں اپنے ہم مذہب عیسائیوں میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے احترام اور پاکستانی قوانین کی پرخلوص اطاعت کے جذبے کی آبیاری کی تحریک شروع کرنی چاہئے۔

قانون توہین رسالتؐ مصور پاکستان علامہ اقبالؒ کے خواب کی تعبیر اور قائداعظمؒ کے نظریہ پاکستان کی تکمیل ہے۔ محسن انسانیتؐ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے تحفظ کا عقیدہ اسلامی شریعت کا اہم ترین ستون ہونے کے اعتبار سے پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا اہم ترین قلعہ ہے۔

☆☆..................☆☆

مکتبہ لدھیانوی

کی گراں قدر تصنیفات ایک نظر میں

آپ کے مسائل اور ان کا حل (9 جلد کا سیٹ)	1396روپے
اختلاف امت اور صراط مستقیم (مکمل)	166روپے
اختلاف امت اور صراط مستقیم (حصہ اول)	90روپے
شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم	160روپے
عصر حاضر احادیث نبوی کے آئینے میں	36روپے
ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ (بڑی)	85روپے
ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ (چھوٹی)	50روپے
شخصیات وتاثرات	130روپے
رسائل یوسفی	130روپے
دور حاضر کے تجدد پسندوں کے افکار	190روپے
اصلاحی مواعظ	130روپے
اطیب النغم فی مدح سید العرب و العجم ﷺ	45روپے
سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ	65روپے
حسن یوسف (مقالات کا مجموعہ)	150روپے
دنیا کی حقیقت (جلد اول)	160روپے
دنیا کی حقیقت (جلد دوم)	150روپے
تحفہ قادیانیت (تین جلدیں)	500روپے
نشر الطیب (از حضرت تھانویؒ)	100روپے
رجم کی شرعی حیثیت	90روپے
فتنہ گوہر شاہی	90روپے

برائے رابطہ: دفتر ختم نبوت، پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون: 7780337-7780340

بقیہ گھناؤنا کردار

"وہ دن جب کہ تھے ہم کہیں قادیاں میں
ہماری تھی دنیا، ہمارا زمانہ
مگر اب یہ حالت ہوئی جا رہی ہے
کہیں بھی نہیں ہے، ہمارا ٹھکانہ"

("الفضل" ۲۲ مئی ۱۹۴۸ء)

چنانچہ قادیانی امت نے پھر حصول قادیان کے پیش نظر پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیاں اور اکھنڈ بھارت کے متعلق الہامات گھڑنے کا سلسلہ شروع کر دیا مگر جب اس امت مکار سے کہا گیا۔

اے دجل تلبیس میں زنار کے ڈورے نہ ڈال
یا برہمن کی طرف ہو یا مسلماں کی طرف

چونکہ یہ مشکوک اور منافقانہ روش ٹھیک نہیں ہے۔ اطاعت کیشی اور وفاداری دو جگہ تقسیم نہیں ہو سکتی اور ویسے بھی دو کشتیوں کا سوار ساحل مراد تک پہنچ نہیں سکتا، تو منافقین قادیان نے کہا کہ ہم کیا کریں۔ اگر ہمارا دائمی مرکز اور مقدس مقام بھارت میں ہے تو اس کا ظل موذی آباد ربوہ چناب نگر، پاکستان میں۔ سچ ہے۔

کم بخت منافق ہیں، ادھر بھی ہیں ادھر بھی

ویسے بھی قادیانی مرتدین کا دو عملی اور دوغلہ پالیسی پر عمل پیرا ہونا ان کا اعتقادی و مذہبی وطیرہ ہے اور فتنہ مرزائیت کی تاریخ تخلیق اسی نفاق آمیز خمیر پر ہی اٹھائی گئی ہے اور اب تو یہ ایسی اختیار کرنے پر ویسے بھی مجبور ہیں۔ چونکہ ادھر خانہ ساز دارالامان قادیان، منارۃ المسیح، سعیر نما بہشتی مقبرہ اور ان کے مجدد الحاد متبنی کی استخوان بوسیدہ پر اہل ہنود کا تسلط و قبضہ ہے اور ادھر حکومت اسلامیہ میں حالت ارتداد رہنا ان کی مشکل ہے۔ اس لیے قادیانی مرتد دو عملی پالیسی کے عذاب الیم میں سخت مبتلا ہیں اور زبان نفاق سے کہہ رہے ہیں۔

غم صیاد فکر باغباں ہے
دو عملی میں ہمارا آشیاں ہے

REGD. NO. SS-160

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموس رسالت اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف :

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی و اصلاحی جماعت ہے۔ ☆ یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔
☆ تبلیغ اقامت دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ ☆ اندرون و بیرون ملک ۵۰ دفاتر و مراکز ۲ دینی مدارس ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔
☆ لاکھوں روپے کا لٹریچر اردو، عربی، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔
☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی اور ماہنامہ "لولاک" ملتان سے شائع ہو رہے ہیں۔
☆ چناب نگر (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالی شان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔
☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دار المبلغین قائم ہے۔ جہاں علما کو رد قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے، مدرسہ اور دار التصنیف بھی مصروف عمل ہیں۔ ☆ ملک بھر میں اہل اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں۔ جن کی پیروی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کر رہی ہے۔
☆ ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین، تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔
☆ اس سال بھی حسب سابق برطانیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور امریکہ میں بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ ☆ افریقہ کے ایک ملک مالی میں مجلس کے راہنماؤں کی کوششوں سے ۳۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔
یہ سب : اللہ تبارک و تعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

اس کام میں : مخیر دوستوں اور دردمندان ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں ☆ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ اسے شرعی طریقہ سے مصرف میں لایا جا سکے۔

(نوٹ) مجلس کے مقامی دفاتر میں رقوم جمع کرا کر مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔

کراچی کے احباب نیشنل بینک پرانی نمائش برانچ اکاؤنٹ :487-9 میں براہ راست رقم جمع کر کے دفتر کو اطلاع دیں۔

(حضرت مولانا) خواجہ خان محمد امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	(حضرت مولانا) سید نفیس شاہ الحسینی مرکزی نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	(حضرت مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ترسیل زر کا پتہ : دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون :514122
دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون :7780337